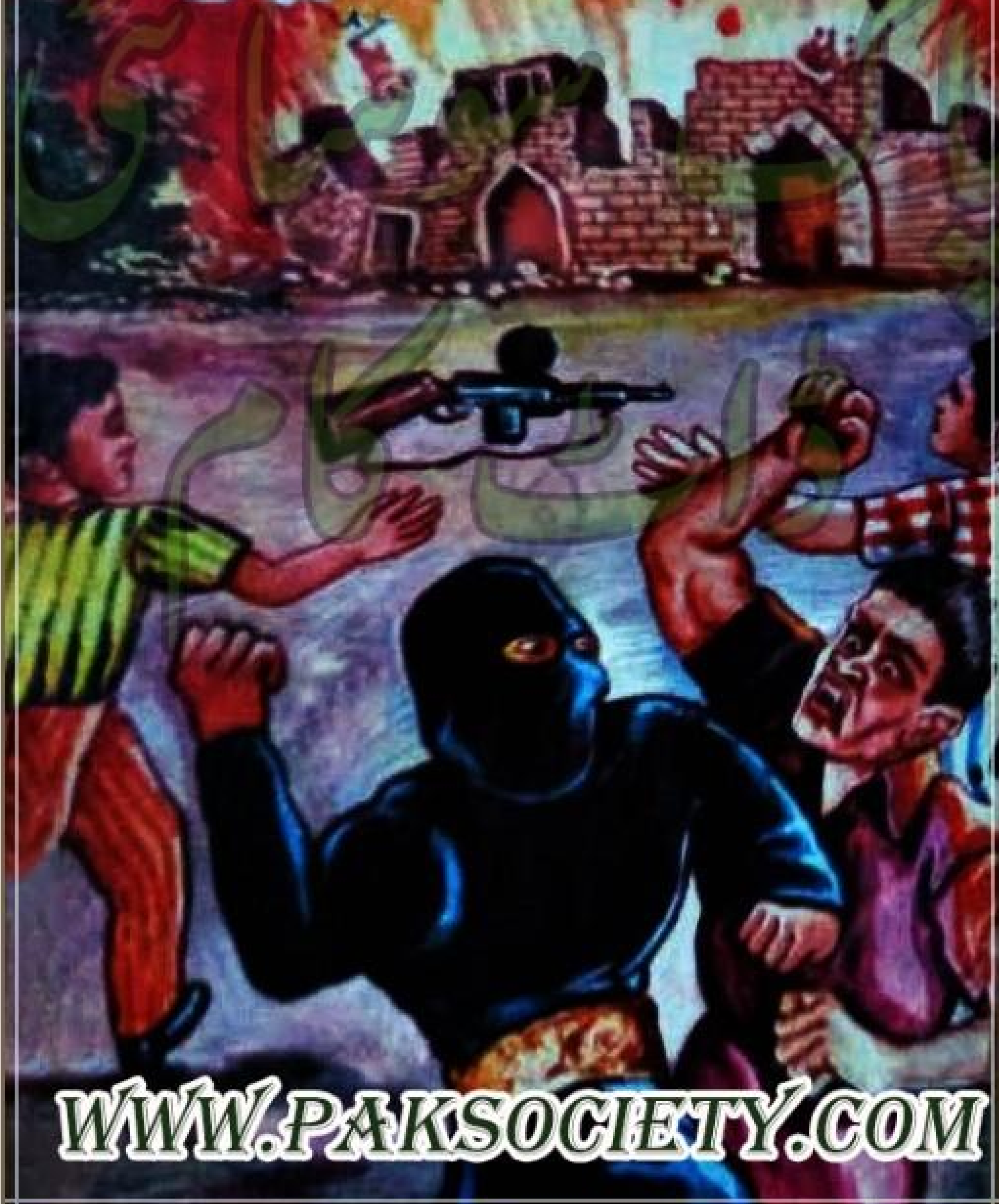
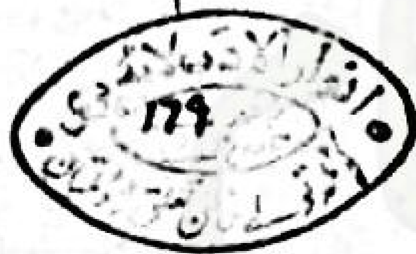
بھوت حویلی



بچوں کیلئے فیصل شہزاد کا پُراسرار جاسوسی سیریز ۴

بُھوت حویلی

مظہر کلیم ایم اے



یوسف برادرز پاک گیٹ ملتان

ناشران ـــــ اشرف قریشی
ـــــ یوسف قریشی
پرنٹر ـــــ محمد یونس
طابع ـــــ ندیم یونس پرنٹرز لاہور
قیمت ـــــ ۷/- روپے





فیصل شہزاد اور ڈیکولا آجکل تفریح کے موڈ میں تھے اس لئے گذشتہ کئی دنوں سے وہ سیاح بنے ہوئے تھے اور مختلف شہروں کی سیر کرتے پھر رہے تھے۔ گھومتے پھرتے وہ ملک کے سرحدی قصبے آرام آباد پہنچ گئے۔ یہ قصبہ ملک کی سرحد پر واقع تھا۔ اس کے چاروں طرف گھنا جنگل پھیلا ہوا تھا۔ یہ ایک چھوٹا سا قصبہ تھا جہاں کاشت کار قسم کے لوگ آباد تھے یا فوج کی ایک چھوٹی سی چھاؤنی تھی۔ آرام آباد سے دس کلومیٹر کے فاصلے پر ہمسایہ ملک کی سرحد شروع ہوجاتی تھی۔ اور چونکہ اس قصبے کے گرد جنگل تھا اس لئے یہ قصبہ سمگلروں کی جنت کہلاتا تھا۔ یہی وجہ تھی

کہ حکومت نے اس قصبے میں ایک فوجی چھاؤنی قائم کی تھی تاکہ سمگلروں کے خلاف مؤثر کارروائی کی جاسکے۔ مگر اس کے باوجود یہاں سمگلروں کا کاروبار زور شور سے جاری تھا۔ فوجیوں نے ان سمگلروں کو پکڑنے کی بے حد کوشش کی مگر وہ اب تک ناکام رہے تھے۔ کبھی کبھار کوئی سمگلر پکڑا جاتا تو وہ کچھ بتلائے بغیر پُراسرار طور پر مر جاتا۔

فیصل، شہزاد اور ڈریکولا جب اس قصبے میں پہنچے تو فوجی چھاؤنی کے انچارج میجر طارق نے ان پر سمگلر ہونے کا شبہ کیا مگر جب فیصل شہزاد نے اُسے صدرِ مملکت کی طرف سے ملا ہوا خصوصی حکم نامہ جسے کوڈ میں بلیو ٹیپ کہا جاتا تھا دکھایا تو میجر طارق بے حد خوش ہوا۔ اس نے ان تینوں کو اپنے مکان میں ٹھہرایا اور ان کی خوب خاطر مدارت کی۔ میجر طارق نے اخبارات میں ان کے کارنامے پڑھے تھے۔ اس لئے وہ ان سے مل کر بے حد خوش ہوا تھا۔ اور پھر میجر طارق نے فوجی جیپ کے ذریعے انہیں اردگرد کے علاقے کی خوب سیر کرائی۔ اور انہوں نے

میجر طارق کے ساتھ مل کر جنگل میں شکار بھی کھیلا۔

آج انہیں آرام آباد آئے ہوئے چار روز گزر گئے تھے اور اب وہ واپس جانے کے متعلق سوچ رہے تھے کہ اچانک میجر طارق گھبرایا ہوا کمرے میں داخل ہوا۔ اس نے جلدی سے ایک الماری سے دُور تک مار کرنے والی جدید مشین گن نکالی اور واپس مڑنے ہی لگا تھا کہ فیصل نے پوچھ لیا۔

"کیا ہوا میجر صاحب! آپ گھبرائے ہوئے ہیں؟" فیصل نے پوچھا۔

"کچھ نہیں، وہی سمگلروں کا مسئلہ ہے۔" میجر طارق نے کہا اور پھر مشین گن اٹھائے کمرے سے باہر نکلتا چلا گیا۔

کچھ دیر بعد فیصل وغیرہ کو دُور جنگل میں ہونے والی فائرنگ کی آوازیں سنائی دیں۔ اور فائرنگ کافی دیر تک ہوتی رہی۔ پھر یکدم خاموشی چھا گئی۔

کافی دیر بعد میجر طارق تھکے تھکے انداز میں

اندر داخل ہوا۔ اس کا چہرہ لٹکا ہوا تھا۔

"کیا ہوا میجر صاحب؟ کیا سمگلر پکڑے گئے؟" شہزاد نے پوچھا۔

"نہیں، وہ بھاگ جانے میں کامیاب ہو گئے ہیں۔" میجر طارق نے ڈھیلے لہجے میں کہا اور مشین گن ایک طرف رکھ کر کرسی پر ڈھیر ہونے کے سے انداز میں بیٹھ گیا۔

"کیا آپ ہمیں ان سمگلروں کے بارے میں تفصیل بتائیں گے؟ شاید ہم آپ کی کوئی مدد کرسکیں۔" فیصل نے کہا۔

"پوری فوجی چھاؤنی ان سمگلروں کا کچھ نہیں بگاڑ سکی۔ تم بھلا کیا کرسکتے ہو۔" میجر طارق نے قدرے ناگوار لہجے میں جواب دیا۔

"آپ ناراض ہوتے ہیں تو نہ بتائیں۔ ہم نے تو ویسے ہی پوچھ لیا تھا۔" فیصل نے بُرا سا منہ بناتے ہوئے کہا۔

"ارے ایسی بات نہیں۔ میں ذرا پریشان تھا اس لئے ایسا کہہ دیا۔ اگر تم ان سمگلروں کو پکڑنے میں میری مدد کرو تو نہ صرف یہ ایک

بہت بڑا کارنامہ ہوگا بلکہ مجھ پر احسان بھی ہوگا۔" میجر طارق نے سنبھلتے ہوئے کہا۔

"آپ کچھ تفصیل بتائیں گے تب ہی کچھ پتہ چلے گا۔" شہزاد نے کہا۔

"تفصیل کچھ زیادہ نہیں۔ اس علاقے میں سمگلروں کا ایک بہت بڑا گروہ کام کررہا ہے۔ بعض دفعہ جنگلات میں عجیب و غریب روشنیاں نظر آتی ہیں۔ بعض اوقات سمگلنگ کی جانے والی کچھ اشیاء بھی گری ہوئی ملتی ہیں مگر کسی آدمی کا پتہ نہیں چلتا۔ ہم نے کئی بار پورے جنگل کا محاصرہ کرکے دیکھ لیا۔ جاسوس کتے استعمال کرکے دیکھ لئے مگر ہمیشہ ناکامی ہی ہوئی۔ اور ایک دو بار ہم ایک دو آدمیوں کو پکڑنے میں کامیاب ہوئے تو وہ پُراسرار طریقے سے مرگئے۔" میجر نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

"پُراسرار طریقے سے آپ کا کیا مطلب ہے؟" فیصل نے پوچھا۔

"مطلب یہ کہ جیسے ہی ہم نے اس آدمی کو پکڑا۔ اس نے چند لمحے اپنے آپکو چھڑانے

کی جدوجہد کی، پھر یکدم مرگیا۔ پوسٹ مارٹم رپورٹ سے کوئی بات ظاہر نہیں ہوئی۔ بس یہی رپورٹ آئی ہے کہ آدمی بالکل صحت مند تھا بس اچانک دل رک گیا۔ دل کی بیماری کے بھی کوئی آثار نظر نہیں آتے،" میجر طارق نے جواب دیا۔

"آج آپ کو کیا اطلاع ملی تھی؟" اچانک شہزاد نے سوال کیا۔

"آج بھی یہی اطلاع ملی تھی کہ جنگل میں روشنیاں نظر آتی ہیں۔ چنانچہ ہم وہاں پہنچے تو وہاں کچھ نہیں تھا۔ جھاڑیوں میں کسی حرکت کا احساس ہوا تو ہم نے فائرنگ کردی مگر نتیجہ وہی صفر۔ آخر تھک ہار کر واپس آگئے۔" میجر طارق نے جواب دیا۔

"کیا جنگل میں جہاں روشنیاں نظر آئی تھیں وہاں کسی قسم کے کوئی آثار نظر آتے ہیں"؟ فیصل نے پوچھا۔

"ہاں! وہاں کسی چیز کے گھسیٹے جانے کے آثار موجود تھے۔ یہ آثار کچھ دور جانے کے بعد اچانک ختم ہوگئے۔" میجر طارق نے جواب دیا۔

"ٹھیک ہے آپ بے فکر رہیں۔ ہم ان سمگلروں کو پکڑیں گے جو سمگلنگ کے ذریعے ہمارے ملک کو نقصان پہنچا رہے ہیں۔" شہزاد نے بڑے پُراعتماد لہجے میں کہا۔

"خدا کرے تمہیں کامیابی ہو۔" میجر طارق نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

"مگر اس بارے میں ہماری کچھ شرطیں ہونگی۔" شہزاد نے کہا۔

"شرطیں، کیسی شرطیں؟" میجر طارق نے چونک کر کہا۔

"ایک شرط تو یہ کہ آپ ہمیں آزادی سے کام کرنے دیں گے۔ کسی قسم کی مداخلت نہیں کریں گے۔ ہم جہاں جائیں، جب جائیں۔ آپ ہمیں روکیں ٹوکیں نہیں۔" شہزاد نے کہا۔

"ٹھیک ہے۔ میں یا میرا کوئی آدمی تمہارے کسی کام میں مداخلت نہیں کریگا۔" میجر طارق نے جواب دیا۔

"دوسری بات یہ کہ آپ ہماری نگرانی نہیں کریں گے۔" شہزاد نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"چلو یہ بھی منظور" میجر طارق نے ہنستے ہوئے جواب دیا۔

"تیسری شرط یہ کہ آپ ہم سے کچھ پوچھیں گے نہیں۔ جب ہم خود مناسب سمجھیں گے آپ کو بتا دیں گے۔ مقصد یہ کہ آپ ہمیں مکمل آزادی سے کام کرنے دیں گے" شہزاد نے بھی ہنستے ہوئے کہا۔

"ٹھیک ہے یہ شرط بھی منظور ہے۔ البتہ اس میں اپنی ترمیم ضرور کروں گا کہ تم دونوں مجھ سے ایک چھوٹا ٹرانسمیٹر لے لو۔ اگر کبھی ضرورت پڑے تو اس پر ہمیں اطلاع کر دینا۔ ہم تمہاری مدد کے لئے فوراً پہنچ جائیں گے" میجر طارق نے کہا۔

"ٹھیک ہے" شہزاد نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔

"پھر تم کب سے کام شروع کرو گے؟" میجر طارق نے پوچھا۔

"کل صبح سے" شہزاد نے جواب دیا۔

"ٹھیک ہے۔ کل صبح تمہیں ٹرانسمیٹر مل جائیں گے اور اسے استعمال کرنے کا طریقہ بھی بتا

دونگا۔ اگر کوئی اسلحہ وغیرہ چاہیئے تو وہ بھی مل جائے گا" میجر طارق نے کرسی سے اٹھتے ہوئے کہا۔

"نہیں اسلحہ تو نہیں البتہ کھانا چاہیئے۔ بڑی بھوک لگی ہے" شہزاد نے پیٹ پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا۔

"اوہ اچھا! میں بیرے کو بھیجتا ہوں" میجر طارق نے مسکراتے ہوئے کہا اور پھر تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا کمرے سے باہر نکل گیا۔

فیصل شہزاد اور ڈریکولا یوں جنگل میں گھومتے پھر رہے تھے جیسے ان کا مقصد صرف سیر کرنا ہو مگر ان کی تیز نظریں چاروں طرف کا گہرا جائزہ لے رہی تھیں۔

انہیں جنگل میں گھومتے تین روز ہوگئے تھے مگر ابھی تک انہیں کہیں کوئی ایسے آثار نظر نہیں آئے تھے جس سے وہ ستمگروں کے متعلق کوئی اندازہ لگا سکتے۔

اس وقت وہ جنگل کے جس حصے میں گھوم رہے تھے اس طرف وہ پہلے کبھی نہیں آئے تھے۔ اس طرف کا جنگل بے حد گھنا تھا اور یہاں انہیں کئی بار درندوں کی آوازیں بھی

سنائی دے رہی تھیں مگر چونکہ دن کا وقت تھا اس لئے کوئی درندہ انہیں نظر نہیں آیا تھا۔ گھومتے پھرتے وہ اچانک ایک جگہ ٹھٹھک کر رک گئے۔ یہاں گھنا جنگل اچانک ختم ہوگیا تھا اور سامنے ایک بہت پرانی خستہ حال اور کھنڈر قسم کی حویلی نظر آرہی تھی۔ حویلی کی حالت سے ظاہر ہوتا تھا کہ یہ برسوں سے اسی طرح ویران پڑی ہوئی ہے۔

"کمال ہے اس جنگل میں یہ حویلی کس نے بنائی ہوگی؟" فیصل نے بڑبڑاتے ہوئے کہا۔

"شاید گزشتہ زمانے کے کسی شہزادے یا بادشاہ نے اسے شکار گاہ کے طور پر بنایا ہو"۔ شہزاد نے جواب دیا۔

"آؤ اسے اندر سے دیکھیں"۔ فیصل نے کہا اور پھر وہ تینوں اس حویلی کے اندر داخل ہوگئے حویلی کے مشکل سے دو تین کمرے صحیح حالت میں تھے۔ باقی تمام حویلی کھنڈر بن چکی تھی۔ ہر طرف چمگادڑوں کے جھنڈ موجود تھے۔ ٹوٹے ہوئے فرشوں پر خوفناک قسم کے حشرات الارض

ریگتے پھر رہے تھے۔

ابھی وہ حویلی میں گھومتے پھر رہے تھے کہ اچانک انہیں آسمان پر گڑگڑاہٹ کی آوازیں سنائی دیں۔ وہ تیزی سے کمرے سے باہر نکلے تو یہ دیکھ کر حیران رہ گئے کہ آسمان پر سیاہ رنگ کے بادل چھا چکے تھے اور بجلی چمک رہی تھی۔ پھر دیکھتے ہی دیکھتے موسلادھار بارش شروع ہوگئی۔ انہوں نے بھاگ کر حویلی کے ایک کمرے میں پناہ لی۔ جو قدرے درست حالت میں تھا۔

بارش کا شور اور بجلی کی کڑک اس قدر زوردار تھی کہ یوں لگتا تھا جیسے ہزاروں شیر اور چیتے آپس میں لڑ رہے ہوں۔ وہ تینوں کمرے کے کونے میں بیٹھے بارش ختم ہونے کا انتظار کر رہے تھے مگر بارش تھی کہ ختم ہونی تو ایک طرف، اس کا زور پہلے سے بڑھتا چلا جارہا تھا۔

"بڑے پھنسے"۔ فیصل نے بڑبڑاتے ہوئے کہا۔

"ہاں! اب تو پھنس ہی گئے ہیں۔ میرا خیال

ہے۔ ہمیں رات یہیں گزارنی پڑے گی یہ بارش تو رات تک ختم ہوتی نظر نہیں آتی اور رات کو اس جنگل سے گزرنا موت کو دعوت دینے کے برابر ہیں"۔ شہزاد نے فکرمندانہ لہجے میں کہا۔

"ڈریکولا تو اس طرح اطمینان سے بیٹھا ہے جیسے یہی اس کا گھر ہو"۔ فیصل نے ڈریکولا کی طرف دیکھتے ہوئے کہا جو بڑے اطمینان سے پیر پھیلائے دیوار سے ٹیک لگائے بیٹھا تھا۔

"ایسی حویلی ہی تو ڈریکولا کا مسکن ہوتی ہے"۔ شہزاد نے ہنستے ہوئے کہا۔

"جی آقا! آپ نے مجھ سے کچھ کہا"؟ ڈریکولا نے چونکتے ہوئے پوچھا۔

"ہم پوچھ رہے ہیں پسند آئی یہ حویلی"؟ شہزاد نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"جی حضور اچھی حویلی ہے"۔ ڈریکولا نے بڑے مطمئن لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

"ہاں! تمہارے لئے تو اچھی ہونی ہے"۔ فیصل نے جواب دیا اور سب ہنس پڑے۔ ڈریکولا نے بھی سفید سفید دانت نکال دیئے۔

انہیں وہاں بیٹھے بیٹھے چار گھنٹے گزر گئے۔ تب جاکر بارش رکی۔ مگر اب رات پڑ چکی تھی اور جنگل درندوں کی خوفناک دھاڑوں سے گونجنے لگا تھا۔

"کچھ کھانے کو بھی ہے یا....." شہزاد نے ڈیکولا سے پوچھا۔

"جی آقا" ڈیکولا نے جواب دیا اور پھر ایک طرف پڑا تھیلا اٹھاکر اس میں سے کیک اور پیسٹریاں نکال کر اس نے ان دونوں کے سامنے رکھ دیں۔

"ارے واہ! طبیعت خوش کردی" شہزاد نے خوشی سے اچھلتے ہوئے کہا۔ اور پھر وہ کسی کو دعوت دیئے بغیر کیک کھانے پر ٹوٹ پڑا۔ مگر فیصل اور ڈیکولا جانتے تھے کہ اگر انہوں نے اپنا حصہ زبردستی وصول نہ کیا تو وہ سب کچھ اکیلے ہی چٹ کر جائے گا اور ان دونوں کو بھوکا رہنا پڑے گا۔ چنانچہ وہ بھی کھانے میں شریک ہوگئے۔

ابھی وہ کھانے میں مصروف تھے کہ اچانک

ان کی پشت پر ایک ہلکا سا کھٹکا ہوا اور وہ چونک پڑے مگر اندھیرے میں انہیں کچھ نظر نہ آیا۔

مگر دوسرے لمحے ان کی ناکوں سے تیز بُو کا ایک بھبکا سا ٹکرایا اور پھر اس سے پہلے کہ وہ سنبھلتے، ان کے ذہنوں پر تاریکی کا پردہ چھاتا چلا گیا۔ اور وہ تینوں وہیں فرش پر ڈھیر ہوگئے۔

وہ بیہوش ہوچکے تھے۔

یہ ایک کافی بڑا کمرہ تھا جس کے درمیان میں ایک میز اور اس کے گرد چار کرسیاں پڑی ہوئی تھیں۔ اس وقت کرسیوں پر چار بڑی بڑی مونچھوں والے نوجوان بیٹھے ہوئے تھے۔ اور ان کے چہروں پر پریشانی کے آثار نمایاں تھے۔ میز کے درمیان میں مصنوعی پھولوں کا ایک بڑا سا گلدستہ موجود تھا اور ان چاروں کی نظریں اسی گلدستے پر جمی ہوئی تھیں۔

"میں تو کہتا ہوں کہ انہیں ختم کردیا جائے میں خوامخواہ کی پریشانیاں پالنے کا قائل نہیں ہوں"۔ ایک نوجوان نے بڑے سخت لہجے میں کہا۔

"نہیں گلو! ایسا مت سوچو۔ اگر انہیں ختم کر دیا گیا تو پھر پولیس اور فوج ہمارے پیچھے پڑ جائے گی اور ہمارا کاروبار بالکل ٹھپ ہوکر رہ جائیگا"۔ دوسرے نے جواب دیا۔

پھر اس سے پہلے کہ گلو کوئی جواب دیتا گلدستے میں سے شہد کی مکھیوں جیسی بھنبھناہٹ ابھرنے لگی اور وہ سب چونک پڑے۔ چند لمحوں بعد گلدستے میں سے ایک بھاری اور کرخت آواز ابھری۔

"ہیلو ساتھیو! کیا پریشانی ہے"؟

"باس! دو لڑکے اور ایک آدمی آج گھومتے پھرتے حویلی میں آگھسے ہیں اور شائد وہ واپس چلے جاتے۔ مگر زور دار بارش شروع ہوگئی ہے اور اب وہ حویلی میں بیٹھے ہوئے ہیں جب کہ آج بڑا مال آنا ہے"۔ ایک نے بڑے مودبانہ لہجے میں کہا۔

"وہ کونسے کمرے میں ہیں"۔ باس کے لہجے میں بھی پریشانی کا عنصر نمایاں ہوگیا۔

"آپریشن روم میں باس! یہی تو پریشانی ہے۔ مال آنے کا وقت قریب آرہا ہے اور اگر انہیں

فوراً وہاں سے نہ ہٹایا گیا تو پھر بہت بڑ
ہوگا۔" دوسرے نوجوان نے جواب دیا۔
"یہ لڑکے کون ہیں؟" باس نے کچھ دیر کی
خاموشی کے بعد پوچھا۔
"باس! یہ لڑکے فوجی چھاؤنی کے انچارج میج
طارق کے ہاں ٹھہرے ہوئے ہیں۔ اور کئی با
میجر طارق کے ساتھ جنگل کی سیر کرتے دیکھ
گئے ہیں۔" گگو نے انکشاف کرتے ہوئے کہا۔
"اوہ! پھر تو انہیں ختم بھی نہیں کیا جا
ورنہ میجر طارق تمام علاقے کو الٹ پلٹ کر
رکھ دے گا۔" باس نے کہا۔
"پھر باس اب کیا کیا جائے؟ مال آنے کا
وقت قریب آتا جارہا ہے۔ اور بارش کی وجہ
سے یہ لڑکے حویلی سے نکل نہیں سکتے۔" پہ
نے الجھے ہوئے لہجے میں کہا۔
"ایسا کرو۔ انہیں وقتی طور پر بیہوش کردو
مال پار کردو۔ بعد میں یہ خود ہی چلے جائیں
گے۔" باس نے تجویز بتائی۔
"ایسا نہ کریں باس کہ ان کے کمرے میں زہر

سانپ چھوڑ دیں۔ سانپ ڈسنے سے ان کی موت
واقع ہوگی تو پھر میجر طارق وغیرہ بھی شک
نہ کریں گے۔ آخر پرانی حویلی میں سانپ بھی تو
ہوسکتے ہیں۔" ایک نوجوان نے تجویز پیش کرتے
ہوئے کہا۔
"نہیں گامو! میں ایسی رائے نہیں دونگا۔ فی الحال
سب نے اس حویلی کو نظر انداز کیا ہوا ہے اگر
ایک دفعہ فوجی اس حویلی میں داخل ہوگئے تو
پھر کئی پریشانیاں پیدا ہوسکتی ہیں۔" باس نے
جواب دیا۔
"ٹھیک ہے باس! آپ کی تجویز ٹھیک ہے ہم
گیس کے ذریعے انہیں بیہوش کردیتے ہیں۔" گامو
نے جواب دیا۔
"اوکے! مال پار کرنے کے بعد مجھے اطلاع
دینا۔" باس نے کہا اور پھر اس کی آواز آنا
بند ہوگئی۔ اور چند لمحوں کے لئے مکھیوں کی
بھنبھناہٹ سنائی دی پھر خاموشی چھاگئی۔
"جیک! تم ان کے کمرے میں بیہوش کردینے
والی گیس چھوڑ دو۔ مال آنے کے وقت میں صرف

ایک گھنٹہ رہ گیا ہے"۔ گاموُ نے اپنے چوتھے ساتھی سے مخاطب ہو کر کہا۔

"او۔کے"۔ جیک نے کہا اور پھر وہ اُٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ اس کے ساتھ ہی باقی تینوں بھی اُٹھ کھڑے ہوئے۔ اور پھر جیک تیز تیز قدم اٹھاتا کمرے سے باہر نکلا۔ اب وہ ایک برآمدے میں تھا۔

برآمدے میں چلتا ہوا وہ ایک دروازے پر رکا۔ اس نے جیب سے ایک چھوٹا سا چاقو نکالا جس کا دستہ سرخ رنگ کی کسی دھات کا بنا ہوا تھا۔ اس نے چاقو کا پھل کھینچ کر باہر نکالا اور چاقو کے دستے پر مخصوص انداز میں انگلی پھیری تو چاقو کے پھل کی نوک پر بجلی کا کوندا سا لپکا اس نے چاقو کی نوک دروازے میں بنے ہوئے ایک چھوٹے سے سوراخ پر رکھی اور چاقو کے دستے پر اُسی انداز میں دوبارہ انگلی پھیری۔ چاقو کی نوک سے بجلی کا کوندا سا لپکا اور اس کے ساتھ ہی بند دروازہ تیزی سے کھلتا چلا گیا۔ جیک نے چاقو بند کر کے جیب میں ڈالا اور

کمرے میں گھس گیا۔

یہ ایک کافی بڑا کمرہ تھا جس میں ہر قسم کے جدید اسلحے کے ڈھیر لگے ہوئے تھے۔ جیک نے کمرے کے ایک کونے میں بڑا سا سلنڈر اٹھایا سلنڈر شیشے کا بنا ہوا تھا۔ اس کے اوپر ڈھکن پر دو چھوٹے چھوٹے تار لگے ہوئے تھے اور سلنڈر میں سرخ رنگ کی گیس بھری ہوئی تھی۔

جیک سلنڈر اٹھا کر باہر نکلا۔ سٹور کا دروازہ اس کے باہر نکلتے ہی خودبخود بند ہو گیا۔ سلنڈر اٹھائے وہ برآمدے میں سے ہوتا ہوا ایک اور راہداری میں مڑ گیا۔ اس راہداری کے آخری سرے پر سیڑھیاں اوپر کی طرف جا رہی تھیں۔ جیک سیڑھیاں چڑھتا ہوا اوپر چلا گیا۔ آخری سیڑھی کے بعد سپاٹ دیوار تھی۔

جیک نے دیوار کے ایک کونے میں لگا ہوا سرخ رنگ کا چھوٹا سا بٹن انگلی سے دبایا تو دیوار کے اوپر ایک چھوٹی سی سکرین روشن ہو گئی۔ اس سکرین پر اس کمرے کا منظر واضح طور پر

www.paksociety.com

نظر آرہا تھا جس میں فیصل، شہزاد اور ڈریکولا موجود تھے۔ اس نے دیکھا کہ وہ تینوں کھانے میں مصروف تھے۔

جیک نے ایک نظر سکرین پر ڈالی اور پھر سرخ رنگ کا بٹن دوبارہ دبا دیا۔ اور سکرین تاریک ہوگئی۔ جیک نے جیب سے وہی چاقو نکالا اور پھر اس کا پھل کھینچ کر اس کی نوک [illegible] کے دائیں طرف موجود جھری پر رکھ کر دستے پر مخصوص انداز میں انگلی پھیری۔ چاقو کی نوک سے بجلی کا کوندا سا لپکا اور اس کے ساتھ ایک کھٹکے سے دیوار ایک طرف ہٹتی چلی گئی۔ دیوار ہٹتے ہی جیک نے بجلی کی سی تیزی سے سلنڈر کے ڈھکن پر لگی ہوئی دونوں تاریں جوڑ دیں اور سلنڈر دیوار کے ہٹنے سے بننے والے خلا میں پھینک دیا۔

دیوار کی دوسری طرف وہی کمرہ تھا جس میں فیصل، شہزاد اور ڈریکولا موجود تھے۔ سلنڈر زمین پر گرتے ہی اس میں موجود سُرخ رنگ کی گیس انتہائی تیزی سے باہر نکلی اور پلک جھپکنے میں

سلنڈر خالی ہوگیا۔ یہ گیس انتہائی زود اثر تھی۔ اس لئے اس سے پہلے کہ فیصل، شہزاد اور ڈریکولا سنبھلتے، ان کے ذہن تاریک ہوتے چلے گئے اور وہیں فرش پر ہی بیہوش ہوکر لڑھک گئے۔

جیک چند لمحے وہیں سیڑھیوں پر کھڑا رہا۔ پھر اس نے جیب سے ایک رومال نکال کر ناک پر رکھا اور قدم بڑھاکر کمرے میں آگیا۔ گیس کمرے کے ٹوٹے ہوئے دروازے سے باہر نکل گئی تھی۔ وہ چند لمحے کھڑا ان تینوں کو دیکھتا رہا۔ پھر اس نے ناک سے رومال ہٹالیا۔ اب کمرے میں گیس کی بُو موجود نہ تھی۔

جیک نے آگے بڑھ کر ان تینوں کی نبض اچھی طرح دیکھی اور پھر ان کے مکمل طور پر بیہوش ہو جانے کی تسلی کرکے وہ سلنڈر اٹھاکر واپس لوٹ گیا۔ اُسے علم تھا کہ اب یہ تینوں کئی گھنٹوں سے پہلے ہوش میں نہیں آسکتے۔

میجر طارق شدید پریشانی کے عالم میں کمرے میں ٹہل رہا تھا۔ فیصل، شہزاد اور ڈریکولا صبح سے غائب تھے۔ اُسے بس اتنا معلوم تھا کہ وہ شمالی جنگل میں داخل ہوئے ہیں۔ اس کے بعد وہ اب تک واپس نہیں لوٹے تھے۔ ساری سہ پہر اور تمام رات بارش ہوتی رہی تھی۔ اس لئے اس نے سوچا کہ وہ پناہ کے لئے کہیں چھپ گئے ہوں گے۔ مگر وہ جنگل درندوں سے بھرا پڑا تھا اور ان کے پاس کوئی اسلحہ بھی نہیں۔ اس لئے وہ پریشان تھا۔

اب صبح ہو چکی تھی مگر ابھی تک وہ واپس نہیں لوٹے تھے۔ معاہدے کے مطابق وہ ان کی

تلاش میں کوئی آدمی بھی نہ بھیج سکتا تھا اس لئے پریشانی کے عالم میں بس کمرے ہی میں ٹہلے جا رہا تھا۔

چند لمحوں بعد کمرے کا دروازہ کھلا اور پھر فیصل، شہزاد اور ڈریکولا اندر داخل ہوئے۔

"ارے تم کہاں چلے گئے تھے؟ میں تمہارے لئے بےحد پریشان تھا"۔ میجر طارق نے ان کی طرف بڑھتے ہوئے کہا۔

"ہم شمالی جنگل میں سیر کرتے پھر رہے تھے کہ بارش آگئی اور ہمیں ایک بےحد پرانی حویلی میں رات گزارنی پڑی"۔ فیصل نے جواب دیا

"اوہ تم بھوت حویلی میں گئے تھے"۔ میجر طارق بُری طرح چونک پڑا۔

"بھوت حویلی، کیا مطلب"؟ شہزاد نے چونکتے ہوئے کہا۔

"اس جنگل میں وہی ایک پرانی اور ٹوٹی پھوٹی حویلی ہے۔ جسے یہاں کے سب لوگ بھوت حویلی کے نام سے پکارتے ہیں۔ انتہائی خوفناک جگہ ہے۔ یہاں کے لوگوں میں اس حویلی کے متعلق

بڑے قصے مشہور ہیں" میجر طارق نے ایک کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہا۔

"اس حویلی میں ہمیں تو کوئی خاص بات نظر نہیں آئی۔ بس پرانی کھنڈر حویلی ہے" فیصل نے کہا۔

"ہاں ہے تو ایسی ہی۔ مگر میں تو یہاں کے لوگوں کی باتیں تمہیں بتا رہا ہوں۔ یہاں یہ بات مشہور ہے کہ جو آدمی اس حویلی میں رات گزارنے پر مجبور ہو جاتا ہے۔ صبح اس کی لاش ہی ملتی ہے۔ آج تک وہاں سے کوئی شخص زندہ واپس نہیں آسکا۔ مرنے والے کے جسم پر کوئی نشان نہیں ہوتا۔ بس دہشت کی زیادتی سے وہ مر جاتا ہے۔ آج تک جتنی بھی لاشیں وہاں سے ملی ہیں ان کے چہرے دہشت کی وجہ سے بُری طرح بگڑے ہوتے ہوتے ہیں۔ اس لئے اب چاہے کچھ ہی کیوں نہ ہو جائے کوئی شخص اس حویلی میں داخل نہیں ہوتا" میجر طارق نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

"مگر ہم نے تو رات وہیں گزاری ہے۔ ہمیں

تو کچھ نہیں ہوا" شہزاد نے جواب دیا۔

"ہوسکتا ہے یہ قصے غلط ہوں اور توہم پرست لوگوں نے گھڑے ہوئے ہوں" میجر طارق نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"کیا آپ نے اس حویلی کو چیک کیا ہے؟" اچانک فیصل نے پوچھا۔

"اوہ! اگر تم سمگلروں کی نسبت اس حویلی کے متعلق پوچھ رہے ہو تو میں اسے پوری طرح چیک کر چکا ہوں۔ میں نے کئی بار خفیہ طور پر اس حویلی کے گرد پہرہ لگایا۔ تمام حویلی کو جدید آلات سے اچھی طرح چیک کیا مگر وہ ایک پرانی اور کھنڈر حویلی کے سوا اور کچھ نہ تھی" میجر طارق نے جواب دیا۔

"ہوں" فیصل نے جواب میں ہنکارا بھرتے ہوئے کہا۔

"مگر تم کیوں ایسی بات پوچھ رہے ہو؟ کیا تم نے وہاں کچھ دیکھا ہے؟" میجر طارق نے پوچھا۔

"نہیں کچھ بھی نہیں۔ ہم اس حویلی کے ایک

کمرے میں بیٹھے رہتے۔ پھر ہم سو گئے اور صبح اٹھ کر واپس چلے آتے"۔ شہزاد نے جواب دیا۔

"اچھا تم نہالو میں ناشتے کا بندوبست کرتا ہوں"۔ میجر طارق نے اٹھتے ہوئے کہا اور پھر وہ تیز تیز قدم اٹھاتا کمرے سے باہر نکل گیا۔

"اب تمہارا کیا پروگرام ہے شہزاد"؟ فیصل نے میجر کے جانے کے بعد پوچھا۔

"ناشتہ کرنے کا پروگرام ہے"۔ شہزاد نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

"میں اس کے بعد کا پوچھ رہا ہوں"۔ فیصل نے جھلاتے ہوئے کہا۔

"اس کے بعد نجانے میں کیا سوچوں۔ ناشتے سے پہلے کیا بتا سکتا ہوں۔ بہرحال یہ بات تو طے ہے کہ اس حویلی میں کوئی راز ضرور موجود ہے اور میں چاہتا ہوں کہ آج رات ہم دوبارہ حویلی میں گزاریں"۔ شہزاد نے ہنستے ہوئے کہا۔

"ٹھیک ہے۔ میں بھی یہی سوچ رہا تھا"۔ فیصل نے جواب دیا۔

اور پھر اس سے پہلے کہ شہزاد کوئی جواب

دیتا، بیرے نے کمرے میں داخل ہو کر ناشتہ تیار ہونے کی اطلاع دی اور وہ سب اٹھ کر کھانے والے کمرے کی طرف چل پڑے۔

ناشتے کے بعد وہ واپس اپنے کمرے میں آگئے شہزاد نے اپنا بیگ کھولا اور اس کی دوسری تہہ میں سے چند تاریں اور چھوٹے چھوٹے آلات نکالے اور انہیں آپس میں جوڑنے میں مصروف ہو گیا تھوڑی دیر بعد اس کے سامنے دو چھوٹے چھوٹے بٹن نما آلات موجود تھے۔ اس نے ان دونوں کو اٹھا کر جیب میں ڈالا اور پھر وہ فیصل اور ڈریکولا سے باتوں میں مصروف ہو گیا۔

سہ پہر تک وہ تینوں اپنے کمرے میں آرام کرتے رہے۔ اور پھر سہ پہر کو وہ تینوں ایک بار پھر شمالی جنگل کی طرف چل پڑے۔ ان کا رخ بھوت حویلی کی طرف تھا۔ اور چونکہ انہیں راستے کا علم تھا اس لئے شام ہونے سے پہلے وہ حویلی کے قریب پہنچ گئے۔

"تم دونوں یہیں ٹھہرو۔ میں حویلی میں جاتا ہوں" شہزاد نے فیصل اور ڈریکولا سے مخاطب ہو کر سرگوشیانہ

لہجے میں کہا۔ اور ان دونوں نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ پھر شہزاد درختوں کی اوٹ لیتا ہوا بڑی احتیاط سے حویلی کی طرف بڑھتا چلا گیا۔

چند لمحوں بعد وہ اس حویلی کے اُسی کمرے میں موجود تھا۔ اس نے جیب سے وہ بٹن ٹرا[نسمیٹ]ر نکالا اور اُسے ٹوٹی ہوئی دیوار کی ایک جھری میں رکھ دیا اس کے بعد وہ دبے قدموں سے واپس حویلی سے باہر نکل آیا۔

"اب ہم درختوں پر چھپ کر رات گزاریں گے"۔ شہزاد نے ان دونوں سے مخاطب ہو کر کہا اور جیب سے دوسرا بٹن نکال کر کان میں فٹ کر لیا۔ اس کے بعد وہ گھنے درختوں پر چڑھتے چلے گئے۔

رات کی تاریکی چاروں طرف پھیل گئی تھی اور شہزاد کو وہ درخت بھی نظر نہ آرہے تھے جن میں فیصل اور ڈریکولا چھپے ہوئے تھے۔ اس کے کان میں بٹن موجود تھا مگر کوئی آواز سنائی نہیں دے رہی تھی۔

تھوڑی دیر پہلے اس کے کانوں میں کھڑ کھڑ کی تیز آوازیں گونجی تھیں جیسے کوئی بھاری بھرکم [illegible] گھسٹ رہا ہو۔ اس نے یہی سمجھا کہ حویلی کے اس کمرے میں کوئی جانور گھس آیا ہوگا۔ اس کے بٹن ایک چھوٹے سے ٹرانسمیٹر کی شکل کے بنائے گئے تھے۔ اس طرح اس نے اپنی دانست میں انتظام کر لیا تھا کہ رات کو اس کمرے میں

جو آواز بھی پیدا ہوگی وہ یہاں درخت پر
بیٹھے بیٹھے اُسے سُن لے گا۔ اس طرح وہ
حویلی کا راز آسانی سے معلوم کرسکے گا۔ کیونکہ
کل رات اچانک بیہوش ہو جانے پر وہ دل
دل میں کھٹک گیا تھا۔ گو ہوش میں آنے کے
بعد اس نے فیصل اور ڈیکولا کے ساتھ مل کر
پوری حویلی کا بڑی باریک بینی سے جائزہ لیا تھا
مگر وہاں اُسے ایسے کوئی آثار نظر نہ آئے
جس سے وہ حویلی کو مشکوک سمجھتا مگر اس کے
باوجود ان کی اچانک بیہوشی پُراسرار تھی اور وہ
اس کا راز معلوم کرنا چاہتا تھا۔ مگر کافی دیر گزرنے
کے باوجود سوائے اس کھڑکھڑ کے اور کوئی آواز
اُسے سنائی نہ دی تھی۔

اچانک وہ بیٹھے بیٹھے چونک پڑا۔ کیونکہ اسے
درخت کے قریب جھاڑیوں میں کھڑکھڑاہٹ کی آواز
سنائی دی تھی۔ مگر دوسرے لمحے وہ مطمئن ہو گیا
کیونکہ اب رات پڑچکی تھی اور ظاہر ہے جنگل
میں موجود درندے باہر نکل آئے ہوں گے۔ مگر
اُسے مطمئن ہوتے چند لمحے ہی گزرے ہونگے کہ

اچانک ایک جال سا اس کے اوپر گرا اور پھر
وہ ایک جھٹکے سے اچھل کر زمین پر جاگرا اور
اس کے حلق سے بے اختیار چیخ نکل گئی۔ اس
نے ہاتھ پیر مارنے کی کوشش کی مگر وہ مضبوط
جال میں بُری طرح جکڑا ہوا تھا۔ اسی لمحے
اسے فیصل اور ڈیکولا کی چیخیں بھی سنائی دیں پھر
جال کو گھسیٹا جانے لگا۔

جال اس قدر تیزی سے گھسیٹا جارہا تھا کہ
شہزلو اس سے بُری طرح الجھ کر ہاتھ پیر
ہلانے کے قابل بھی نہ رہا تھا۔ دوسرے لمحے
اس کی ناک سے بُو کا بھبکا سا ٹکرایا اور اس
کا دماغ اندھیروں میں ڈوبتا چلاگیا۔

پھر جب اس کا ذہن بیدار ہوا تو وہ
ایک لمحے تک ساکت پڑا رہا۔ دوسرے لمحے اس
کا شعور مکمل طور پر بیدار ہوگیا اور اس کے
ساتھ ہی وہ اچھل کر بیٹھ گیا۔ اس نے حیرت
سے اِدھر اُدھر دیکھا تو یہ دیکھ کر حیران رہ
گیا کہ وہ ایک فولادی پلنگ پر لیٹا ہوا ہے
اور اس کے پیر میں ایک فولادی زنجیر بندھی

موٹی تھی جس کا دوسرا سرا اس فولادی پلنگ کے ساتھ منسلک تھا۔ پلنگ کے پائے زمین میں نصب تھے۔

یہ ایک چھوٹا سا کمرہ تھا جس میں اسی وز
تین ہی پلنگ تھے۔ اور باقی پلنگوں پر فنیسل ا
ڈریکولا لیٹے ہوئے تھے۔ وہ دونوں ابھی تک ہو
میں نہیں آئے تھے۔ کمرے کی چھت میں ایک
بلب روشن تھا جس کی تیز روشنی میں اُ
ان دونوں کے زنجیر سے بندھے ہوئے پیر صاف
نظر آرہے تھے۔ ان پلنگوں کے علاوہ کمرے میں
اور کوئی چیز موجود نہ تھی۔ کمرے کا اکلو
دروازہ بند تھا۔ یہ دروازہ فولاد کا بنا ہوا تھا
اور اندر سے اس کی کوئی کنڈی وغیرہ نہ تھی
شہزاد نے زنجیر کی بندش سے اپنا پیر آزاد
کرانے کی بہت کوشش کی مگر وہ کامیاب نہ
ہوسکا۔ اس لئے وہ بے بس ہوکر بیٹھ گیا۔ اس
نے فنیسل اور ڈریکولا کو آوازیں بھی دیں۔ مگر
ان پر گہری بیہوشی طاری تھی۔ چنانچہ آخرکار وہ
خاموش ہوگیا۔

شہزاد کو ہوش آئے ابھی تھوڑی دیر ہی گزری تھی کہ اُسے دُور سے گڑگڑاہٹ کی تیز آواز سنائی دی۔ یوں لگتا تھا جیسے کوئی بہت بڑی مشین چل رہی ہو۔ اور پھر حیرت انگیز بات یہ تھی کہ یہ گڑگڑاہٹ اب دُور سے نزدیک آتی جا رہی تھی اور پھر اُسے یُوں لگا جیسے یہ گڑگڑاہٹ بالکل نزدیک آگئی ہو۔ چند لمحوں بعد گڑگڑاہٹ کی آواز یکلخت بند ہوگئی۔

شہزاد کے کان اسی طرف لگے ہوئے تھے اور پھر چند لمحوں کی مکمل خاموشی کے بعد ایسی آوازیں آنی شروع ہوگئیں جیسے کئی افراد تیزی سے آ جا رہے ہوں۔ تھوڑی دیر بعد گڑگڑاہٹ کی آواز دوبارہ سنائی دی اور آہستہ آہستہ دور ہوتی چلی گئی۔ پھر مدھم ہوتے ہوتے یہ آواز ختم ہوگئی۔ کافی دیر بعد ایک اور مشین کے چلنے کی آواز سنائی دی۔ اور یوں محسوس ہوا جیسے کوئی چھوٹی سی ٹرالی چل رہی ہو۔ پھر اس کی آواز بھی ختم ہوگئی اور چاروں طرف مکمل خاموشی چھاگئی۔ اسی لمحے اس نے فنیسل اور ڈریکولا کو

کسمساتے ہوئے محسوس کیا اور چند لمحوں بعد ان دونوں کو بھی ہوش آ گیا۔

"ہم کہاں ہیں؟" فیصل نے ہوش میں آتے ہی کہا۔

"فی الحال تو مزے میں ہیں۔ آرام سے پلنگوں پر سوئے ہوئے ہیں۔" شہزاد نے مسکراتے ہوئے جواب دیا

"اس کا مطلب ہے کہ تمہیں بھوک نہیں لگ رہی۔" خلاف توقع فیصل نے مذاق کرتے ہوئے کہا۔

"ارے ہاں! مجھے تو یاد ہی نہیں رہا کہ مجھے بھوک لگی ہے۔ بڑے زور کی بھوک۔" شہزاد نے لہجے کو بے حد سنجیدہ بناتے ہوئے کہا اور پھر چند لمحوں بعد اس نے ڈریکولا سے مخاطب ہو کر کہا جو خاموش بیٹھا اپنے پیر میں بندھی ہوئی زنجیر کو اس طرح غور سے دیکھ رہا تھا جیسے نظروں کی گرمی سے ہی زنجیر کو پگھلانے کی کوشش کر رہا ہو۔

"ڈریکولا" شہزاد نے کہا۔

"جی آقا" ڈریکولا نے چونک کر شہزاد کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"بھوک لگی ہے" شہزاد نے مسکرا کر کہا۔

"جی سرکار" ڈریکولا نے بڑے مطمئن لہجے میں کہا اور پھر اس نے جیب میں ہاتھ ڈال کر جب باہر نکالا تو شہزاد یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ اس کے ہاتھ میں ایک بڑا سا کیک تھا۔

اس نے کیک شہزاد کی طرف اچھال دیا۔

"بہت خوب، بہت خوب۔ بھئی ڈریکولا دنیا کا سب سے اچھا آدمی ہے"۔ شہزاد نے مسکراتے ہوئے کہا۔

ڈریکولا دوبارہ زنجیر کو گھورنے لگا۔ پھر اس نے دونوں ہاتھوں سے زنجیر کو پکڑا اور اُسے پلنگ کی پائنتی میں الجھانے لگا۔ زنجیر جب پوری طرح الجھ گئی تو اس نے دونوں ہاتھوں سے پوری طاقت سے زنجیر کو کھینچنا شروع کر دیا۔ فیصل اور شہزاد حیرت سے اُسے ایسا کرتے دیکھ رہے تھے۔ ان کے خیال میں اس فولادی زنجیر کو توڑنے کا تصور کرنا ہی حماقت تھی۔ مگر دوسرے لمحے ان دونوں کی آنکھیں حیرت سے پھیلتی چلی گئیں۔ جب انہوں نے اس فولادی زنجیر کی کڑی

کر پھیلتے دیکھا اور چند لمحوں بعد وہ کڑی بیچ سے ہوگئی۔ اب کم از کم ڈریکولا کا پیر پلنگ کے پائے سے علیحدہ ہوچکا تھا جب کہ اس کے پیر میں بندھی ہوئی زنجیر کی دو تین کڑیاں اپنی جگہ پر موجود تھیں۔

"حیرت ہے۔" فیصل اور شہزاد دونوں بڑبڑائے اسی لمحے ڈریکولا پلنگ سے نیچے اترا اور اس نے اس بار فیصل کے پیر سے بندھی ہوئی زنجیر کو پائے میں الجھا کر زور لگانا شروع کر دیا اور چند ہی لمحوں میں وہ اس زنجیر کو بھی توڑنے میں کامیاب ہوچکا تھا۔ اس کے بعد اس نے شہزاد کا پیر آزاد کردیا۔

مگر اس سے پہلے کہ وہ یہاں سے نکلنے کا کوئی پروگرام سوچتے دروازے کی دوسری طرف ہلکی سی کھڑکھڑاہٹ کی آواز گونجی اور شہزاد کے اشارے پر وہ تینوں اپنے پلنگوں پر یوں بیٹھ گئے جیسے ابھی تک ان کے پیر زنجیروں سے بندھے ہوئے ہوں۔

دروازہ آہستہ سے کھلا اور جبرو کمرے میں تین

کمرہ تیز سیٹی کی آواز سے گونج اٹھا۔ کرسی پر بیٹھے ہوئے نوجوان نے چونک کر سامنے پڑے ہوئے ٹرانسیٹر کا بٹن آن کردیا اور دوسرے لمحے کمرے میں ایک زنانہ آواز گونجی۔

"ہیلو شگفتہ بول رہی ہوں۔ جبرو سے بات کراؤ۔"

"جبرو بات کررہا ہوں میڈم! فرمائیے۔" نوجوان نے نرم لہجے میں جواب دیا۔

"جبرو مال کی دوسری کھیپ تیار ہوگئی ہے۔ میں چاہتی ہوں کہ آج یہ کھیپ تمہارے پاس پہنچا دوں۔ کھرا مال ہے۔" شگفتہ کی آواز سنائی دی۔

"میڈم اتنی جلدی دوسری کھیپ کیسے تیار ہوگئی کل تو پہلی کھیپ پہنچی ہے"۔ جبرو نے قدرے سخت لہجے میں کہا۔

"ہاں! تمہارا خیال درست ہے مگر اتفاق سے آج ہمارے آدمیوں کے ہاتھ یہ کھیپ لگ گئی ہے۔ مارفیا کی چار لاکھ بوتلیں ہیں"۔ شگفتلا نے جواب دیا۔

"اوہ! اتنی بڑی کھیپ"۔ جبرو نے چونکتے ہوئے کہا۔

"ہاں اور مال بالکل کھرا ہے"۔ شگفتلا نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"او۔کے! میرے باس سے بات کرکے ابھی آپ کو بتاتا ہوں"۔ جبرو نے کہا۔

"ٹھیک ہے میں تمہارے پیغام کا انتظار کرونگی"۔ دوسری طرف سے شگفتلا نے کہا اور اس کے ساتھ ہی ٹرانسمیٹر کا بلب بجھ گیا جبرو نے انتہائی تیزی سے ٹرانسمیٹر کی ناب گھما کر اس کی فریکوئنسی سیٹ کی اور پھر ایک بٹن دبا دیا۔ بٹن دبتے ہی ٹرانسمیٹر پر سرخ رنگ کا ایک

چھوٹا سا بلب تیزی سے جلنے بجھنے لگا اور ٹرانسمیٹر سے سائیں سائیں کی آوازیں نکلنے لگیں۔ چند لمحوں بعد ایک بھاری آواز کمرے میں گونجی۔

"ہیلو باس سپیکنگ"۔

"جبرو بول رہا ہوں جناب! میڈم شگفتلا کا پیغام آیا ہے کہ مارفیا کی چار لاکھ بوتلوں کی کھیپ تیار ہے۔ کھرا مال ہے۔ وہ آج ہی اس کھیپ کو ہم تک پہنچانا چاہتی ہیں"۔ جبرو نے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

"اتنی بڑی کھیپ"۔ باس نے حیران ہوکر پوچھا۔

"جی ہاں باس! کھیپ واقعی بہت بڑی ہے مگر میڈم شگفتلا کے مطابق مال بالکل کھرا ہے"۔ جبرو نے جواب دیا۔

"ٹھیک ہے لے لو۔ مگر انتظام مکمل کرکے میڈم کو اطلاع دینا"۔ باس نے جواب دیا۔

"او۔کے باس"۔ جبرو نے جواب دیا اور پھر اس نے ٹرانسمیٹر کا بٹن آف کردیا۔ اس کے ساتھ ہی اس نے قریب پڑے ہوئے انٹرکام کا بٹن دبایا اور پھر رسیور کانوں سے لگالیا۔

"یس گامو بول رہا ہوں"۔ دوسری طرف سے ایک آواز سنائی دی۔

"جبرو بول رہا ہوں گامو۔ میڈم شگفتلا سے آج مال آتا ہے۔ تمام انتظامات مکمل کرلو۔ کتنے بجے کا وقت دوں میڈم کو"؟ جبرو نے کہا۔

"رات بارہ بجے کا وقت ٹھیک رہے گا"۔ گامو نے جواب دیا۔

"او۔کے ا بارہ بجے سے پہلے تمام انتظامات مکمل ہونے چاہئیں"۔ جبرو نے جواب دیا اور انٹرکام کا ریسیور رکھ کر وہ دوبارہ ٹرانسمیٹر کی طرف متوجہ ہوگیا چند لمحوں بعد اس نے میڈم شگفتلا سے رابطہ قائم کرکے اُسے بارہ بجے رات کا وقت دے دیا۔

میڈم سے بات کرکے وہ فارغ ہوا ہی تھا کر اچانک کمرہ کی سامنے والی دیوار پر موجود ایک سرخ رنگ کا بلب تیزی سے جلنے بجھنے لگا اور جبرو بُری طرح چونک پڑا۔ اس نے پھُرتی سے میز کے کنارے پر لگا ہوا ایک بٹن دبا دیا۔ بٹن دبتے ہی دیوار پر لگی ہوئی سکرین روشن ہوگئی۔ سکرین پہ حویلی کا بیرونی منظر نمایاں ہوگیا۔

جبرو نے سکرین پر ایک موٹے سے لڑکے کو حویلی میں داخل ہوتے دیکھا۔ جبرو اس لڑکے کو دیکھکر چونک پڑا۔ کیونکہ یہ لڑکا وہی تھا جس نے کل رات حویلی میں گزاری تھی۔

لڑکا حویلی کے مختلف کمروں سے ہوکر آپریشن روم میں اور پھر اس نے جیب سے ایک بٹن سا نکال کر دیوار کی ایک جھری میں رکھ دیا اور پھر الٹے پاؤں واپس پلٹ گیا۔

جبرو حیرت بھری نظروں سے اُسے دیکھ رہا تھا۔ اس کے ساتھ ساتھ وہ میز کے کنارے پر لگے ہوئے ہینڈل کو بھی گھماتا چلا جارہا تھا اسطرح خفیہ کیمرہ اس لڑکے کا تعاقب کرتا چلا جارہا تھا۔ پھر وہ لڑکا حویلی سے باہر نکل کر جنگل میں داخل ہوا۔ تھوڑی دور اس کے دو ساتھی موجود تھے پھر لڑکے نے اپنے ساتھیوں سے کوئی بات کی اور جیب سے اُسی طرح کا ایک اور بٹن نکال کر اپنے کان میں اُڑس لیا۔ پھر وہ دونوں لڑکے اور وہ آدمی مختلف درختوں پر چڑھکر بیٹھ گئے۔

جبرو نے فوراً ہی انٹرکام کی طرف ہاتھ بڑھایا

مگر پھر وہ رک گیا۔ اس نے تیزی سے کرسی چھوڑی اور بھاگتا ہوا کمرے سے باہر نکل گیا۔ اور مختلف راہداریوں سے گزرنے کے بعد وہ آپریشن روم میں پہنچ گیا اور اس نے اُسی جھری میں ہاتھ ڈال کر شہزاد کا رکھا ہوا بٹن باہر نکالا اور چند لمحے غور سے دیکھتا رہا پھر اس نے جیب سے ایک چاقو نکال کر اس سے اس بٹن کے گرد لپٹی ہوئی تاریں کاٹنا شروع کر دیں۔

چند لمحوں بعد جبرو نے پورے بٹن کو ادھیڑ کر رکھ دیا۔ پھر مطمئن ہو کر اس نے اُسے جیب میں ڈالا اور واپس مڑ گیا۔

تھوڑی دیر بعد وہ اپنے کمرے میں بیٹھا باس سے رابطہ قائم کر رہا تھا۔

"ہیلو باس سپیکنگ"۔ دوسری طرف سے آواز سنائی دی۔

"میں جبرو بول رہا ہوں جناب"۔ جبرو نے کہا اور پھر اس نے ان لڑکوں اور بٹن کے متعلق پوری تفصیل بتا دی۔

"اس کا مطلب ہے کہ یہ لڑکے خطرناک ہیں۔

ان کا خاتمہ ضروری ہے"۔ باس نے الجھے ہوئے لہجے میں کہا۔

"مگر باس ہو سکتا ہے کہ میجر طارق نے ان لڑکوں کو بطور چارہ استعمال کیا ہو۔ ہم ان پر ہاتھ ڈالیں اور میجر طارق ان کی نگرانی کر رہا ہو"۔ جبرو نے جواب دیا۔

"ہاں! ہو سکتا ہے لیکن آج مال آ رہا ہے اور مال آنے سے قبل ان کو حویلی سے ہٹانا ضروری ہے۔ تم ایسا کرو کہ ان کو گرفتار کر کے روم نمبر چار میں بند کر دو میں رات کو خود حویلی آ جاؤں گا پھر جیسا ہوگا دیکھا جائے گا"۔ باس نے کہا۔

"ٹھیک ہے باس! میں ابھی انہیں پکڑوانے کا بندوبست کرتا ہوں"۔ جبرو نے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے بٹن آف کر کے انٹرکام کا رسیور اٹھایا اور گامو کو ان لڑکوں کے متعلق تفصیلات بتانے لگا۔

"آپ بے فکر رہیں۔ میں ابھی ان لڑکوں کو پکڑ لاتا ہوں"۔ گامو نے جواب دیا۔

"انہیں روم نمبر چار میں بند کر دینا۔ باس خود

آرہا ہے۔ وہی ان کے متعلق فیصلہ کرے گا!
جبرو نے کہا اور پھر انٹرکام کا رسیور رکھ دیا۔
اب جبرو کی نظریں اس سکرین پر جمی ہوئی تھیں جس پر فیصل، شہزاد اور ڈریکولا درختوں میں چھپے ہوئے صاف نظر آرہے تھے۔

افراد اندر داخل ہوئے۔ ان میں سے سب سے آگے جو شخص تھا اس کا قد غیر معمولی طور پر بڑا تھا اور جسم کے لحاظ سے وہ کوئی دیو معلوم ہورہا تھا۔ اس نے سیاہ رنگ کا لباس پہنا ہوا تھا اور چہرے پر بھی سیاہ نقاب چڑھایا ہوا تھا۔ اس نقاب میں سے صرف آنکھیں ہی نظر آرہی تھیں اس کے پیچھے اندر آنے والے دو افراد کے ہاتھوں میں سٹین گنیں تھیں۔ انہوں نے بھی سیاہ رنگ کے چست لباس پہنے ہوئے تھے مگر ان کے چہروں پر نقاب نہیں تھے۔ وہ شکل و صورت سے مقامی ہی لگ رہے تھے۔
"تم کو ہوش آگیا"۔ نقاب پوش نے انتہائی کرخت آواز میں کہا۔
"ہاں! آ تو گیا ہے۔ مگر کیا تم بتاؤ گے کہ تم کون ہو اور ہمیں تم نے یہاں کیوں باندھ رکھا ہے"؟ شہزاد نے جواب دیتے ہوئے کہا۔
"اس کا جواب سٹین گنوں کی گولیاں دیں گی"۔ نقاب پوش نے کرخت لہجے میں کہا اور اس کے ساتھ ہی وہ ایک طرف ہٹ گیا اور اس

نے سر کے اشارے سے سٹین گن برداروں کو گولی چلانے کا اشارہ کیا۔

مگر اس سے پہلے کہ وہ اپنی سٹین گنیں سیدھی کرتے۔ ڈریکولا نے اچانک بیٹھے ہی بیٹھے چھلانگ لگائی اور کسی عقاب کی طرح اڑتا ہوا ان دونوں پر جاگرا۔ اور وہ دونوں اس کے دھکے سے فرش پر جاگرے۔

نقاب پوش نے اچھل کر ڈریکولا کو پکڑنے کی کوشش کی مگر ڈریکولا تو بجلی بنا ہوا تھا۔ اس نے انتہائی پھرتی سے چھلانگ لگائی اور اس کی گرفت سے نکل گیا۔

فرش پر پڑے ہوتے سٹین گن برداروں نے اٹھنے کی کوشش کی مگر ڈریکولا فوراً اچھل کر ان دونوں سے ٹکرایا اور وہ ایک بار پھر فرش پر جاگرے۔ اس بار ان کے ہاتھوں سے سٹین گنیں بھی چھوٹ گئیں۔

اسی لمحے نقاب پوش نے ڈریکولا پر چھلانگ لگائی۔ ڈریکولا نے پھرتی سے ایک طرف ہٹنا چاہا مگر نقاب پوش بھی انتہائی پھرتی سے اسی طرف

گھوم گیا اور ڈریکولا اس کی گرفت میں آگیا اور نقاب پوش نے پھرتی سے اس کی کمر کے گرد دونوں ہاتھ حائل کئے اور اسے زور سے بھینچنا شروع کر دیا۔ شاید اس کا خیال تھا کہ وہ ڈریکولا کی پسلیاں توڑ کر اُسے بے بس کر دیگا مگر ڈریکولا نے انتہائی پھرتی سے اس کی ٹانگوں کے درمیان زور سے ایڑی مار دی اور نقاب پوش چیختا ہوا پیچھے جاگرا۔

اُسی لمحے فیصل اور شہزاد بھی اچھل کر ان دونوں آدمیوں پر جاگرے جو سٹین گن اٹھانے کی کوشش کر رہے تھے اور پھر کمرے میں ایک زور دار جنگ چھڑ گئی۔ ڈریکولا نقاب پوش سے بھڑا ہوا تھا جبکہ فیصل اور شہزاد کی کوشش تھی کہ وہ کوئی سٹین گن حاصل کر لیں مگر وہ دونوں افراد بھی لڑائی بھڑائی کے فن میں ماہر تھے۔ انہوں نے فیصل اور شہزاد کو ٹکوں پر رکھ لیا۔

اچانک ڈریکولا نے نقاب پوش کو زور سے دھکا دیا اور وہ لڑکھڑاتا ہوا کمرے کی دوسری

دیوار سے جا ٹکرایا۔

"آؤ بھاگو"۔ ڈریکولا نے زور سے کہا اور فیصل اور شہزاد بھی اس کا مطلب سمجھ گئے کیونکہ وہ تینوں افراد ان پر بھاری پڑ رہے تھے اور خدشہ تھا کہ کسی بھی لمحے وہ بے بس کر دیئے جائیں گے۔

چنانچہ ڈریکولا کے کہنے پر ان دونوں نے اچانک اپنی جگہوں سے چھلانگیں لگائیں اور دروازے سے باہر نکلتے چلے گئے۔ ڈریکولا سب سے آخر میں نکلا اور اس نے پوری قوت سے دروازہ بند کر کے اس کی زنجیر چڑھا دی۔ یہ ایک طویل راہداری تھی۔ وہ تینوں بے تحاشہ اس راہداری میں بھاگتے چلے گئے۔ راہداری کے اختتام پر ایک اور دروازہ تھا۔ ڈریکولا نے پوری قوت سے دوڑتے ہوئے دروازے کو ٹکر ماری تو دروازہ کھلتا چلا گیا اور وہ یہ دیکھ کر حیران رہ گئے کہ اب وہ تینوں جنگل میں موجود تھے۔ انہیں اپنے پیچھے بے تحاشہ دوڑتے ہوئے قدموں کی آوازیں سنائی دیں اور وہ تیزی سے جنگل میں بھاگتے چلے گئے۔

میجر طارق آنکھیں پھاڑے فیصل اور شہزاد کی باتیں سن رہا تھا۔ اسے یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے فیصل اور شہزاد کسی اور دنیا کی کہانی سنا رہے ہوں۔

"تو یہ سب کچھ بھوت حویلی میں ہو رہا ہے"۔ میجر طارق نے حیرت سے لبریز لہجے میں کہا۔

"ہاں ہو تو وہیں رہا ہے مگر اب شاید وہاں کچھ بھی نہ ملے"۔ شہزاد نے کہا۔

"نہیں، جو باتیں تم نے بتائی ہیں اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہاں کوئی بہت بڑی مشینری فٹ ہے اور یہ مشینری اتنی جلدی دوسری جگہ منتقل نہیں کی جا سکتی"۔ میجر طارق نے اٹھتے ہوئے

کہا۔

"پھر اب کیا خیال ہے؟" فیصل نے پوچھا۔

"خیال کیا۔ میں اس حویلی کی اینٹ سے اینٹ بجا دونگا۔" میجر طارق نے کہا اور پھر تیز تیز قدم اٹھاتا کمرے سے باہر نکلتا چلا گیا۔

فیصل شہزاد اور ڈریکولا بھوت حویلی سے بھاگ کر گرتے پڑتے صبح کے وقت آرام آباد پہنچے تھے اور انہوں نے میجر طارق کو تمام تفصیل بتا دی تھی۔

تھوڑی دیر بعد بیرے نے ڈھیر سارا ناشتہ لا کر شہزاد اور فیصل کے سامنے رکھ دیا اور شہزاد سب کچھ بھول کر ناشتے میں ڈٹ گیا۔

تقریباً ایک گھنٹے بعد میجر طارق کمرے میں داخل ہوا۔ اس وقت تک شہزاد تمام ناشتہ ختم کر کے بڑے مطمئن انداز میں ڈکاریں لے رہا تھا۔

"کہو بھئی شہزاد! ناشتے سے فارغ ہوگئے ہو تو آؤ چلیں۔ بھوت حویلی کا مکمل آپریشن کرنے کے لئے میں نے مکمل انتظامات کرلئے ہیں۔" میجر طارق نے شہزاد سے مخاطب ہو کر کہا۔

"ہاں چلیں، ہم تیار ہیں۔" شہزاد نے جواب دیا اور پھر وہ دونوں میجر طارق کے پیچھے چلتے ہوئے باہر آگئے۔

میجر طارق کی جیپ تیار تھی اور ڈریکولا پہلے ہی جیپ کی پچھلی نشست پر موجود تھا۔ میجر طارق نے سٹیرنگ سنبھال لیا اور شہزاد اور فیصل جیپ میں سوار ہوگئے۔ اور پھر جیپ تیزی سے روانہ ہوگئی۔

"کیا ہم اکیلے ہی بھوت پکڑنے جارہے ہیں؟" فیصل نے حیرت بھرے لہجے میں ادھر ادھر دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"نہیں، فورس پہلے ہی جاچکی ہے۔" میجر طارق نے جواب دیا۔

جنگل میں تیز رفتاری سے سفر کرتے ہوئے تقریباً ایک گھنٹے بعد وہ بھوت حویلی کے قریب پہنچ گئے۔ بھوت حویلی کو مسلح فوجی سپاہیوں نے پوری طرح گھیر رکھا تھا۔

جیسے ہی میجر طارق کی جیپ وہاں رکی ایک آدمی تیزی سے جیپ کے قریب آگیا۔

"کیا پوزیشن ہے؟" میجر طارق نے جیپ سے نیچے اترتے ہوئے کہا۔

"حویلی بالکل ویران پڑی ہے سر۔" فوجی نے بڑے مؤدبانہ لہجے میں جواب دیا۔

"ہوں! آؤ میں دیکھتا ہوں۔" میجر طارق نے کہا اور پھر فیصل، شہزاد، ڈریکولا اور چند فوجیوں کو ہمراہ لے کر وہ حویلی میں گھس گیا۔ مگر حویلی اسی طرح سنسان اور ویران تھی۔ فیصل اور شہزاد نے بھی کافی غور سے حویلی کی چھان بین کی مگر انہیں بھی وہاں کسی قسم کے کوئی آثار نظر نہ آرہے تھے۔ یوں لگتا تھا جیسے فیصل اور شہزاد نے اس حویلی کے متعلق سب کچھ خواب میں دیکھا ہو۔

"یہاں تو کچھ بھی نظر نہیں آرہا۔" میجر طارق نے بڑبڑاتے ہوئے کہا۔

"اگر سب کچھ ویسے ہی نظر آجائے تو پھر اسے بھوت حویلی کیوں کہا جاتا۔" شہزاد نے مسکراتے ہوئے کہا اور میجر طارق نے سر ہلا دیا۔ اور پھر اس نے ان سب کو باہر آنے کا اشارہ کیا اور

وہ سب تیزی سے حویلی سے باہر آگئے۔

میجر طارق نے جیب سے ایک میگا فون نکالا اور پھر اس کا سوئچ آن کر کے زور سے کہا۔

"میں میجر طارق حویلی میں موجود مجرموں کو حکم دیتا ہوں کہ وہ خود کو ہمارے حوالے کردیں ورنہ دوسری صورت میں اس حویلی کی اینٹ سے اینٹ بجا دی جائے گی۔" میگا فون کی وجہ سے اس کی آواز دور دور تک گونج رہی تھی۔

چند لمحے ٹھہر کر میجر طارق نے ایک بار پھر اپنا حکم دہرایا مگر حویلی پر گہری خاموشی طاری تھی۔

"سنو! میں صرف تین تک گنوں گا۔ اگر تم لوگوں نے اپنے آپ کو ہمارے حوالے نہ کیا تو اس حویلی پر بمباری کی جائے گی۔" میجر طارق نے پہلے سے زیادہ اونچی آواز میں کہا۔ اور پھر اس نے گننا شروع کر دیا۔ جب وہ تین تک پہنچا تو اس نے میگا فون پر ہی حویلی کے گرد پھیلے ہوئے فوجیوں کو حکم دیا۔

"حملہ کیا جائے۔"

اور اس کے ساتھ ہی حویلی کے گرد پھیلے

ہوئے فوجیوں نے حویلی پر دستی بموں کی بوچھاڑ کر دی۔ جنگل خوفناک دھماکوں سے گونج اٹھا۔ حویلی پر قیامت ٹوٹ پڑی۔ گرد و غبار کے بادل ہر طرف چھاگئے۔ مگر ان سب کی توقع کے برخلاف اس گرد و غبار میں انہیں انسانی چیخیں سنائی نہ دیں بم ابھی تک مسلسل بھوت حویلی پر برس رہے تھے اور پھر میجر طارق نے میگافون پر بمباری بند کرنے کا حکم دیا اور بمباری یکلخت بند ہوگئی مگر خوفناک دھماکوں کی بازگشت سے جنگل اور اردگرد کا ماحول ابھی تک گونج رہا تھا۔ پھر آہستہ آہستہ خاموشی چھاتی چلی گئی۔ صرف گرد و غبار کا ایک بادل تھا جو آسمان تک بلند تھا۔

جب گرد و غبار مکمل طور پر چھٹ گیا تو انہوں نے دیکھا کہ حویلی مکمل طور پر زمین بوس ہو چکی تھی۔ اور نہ صرف حویلی کے پرخچے اڑ گئے تھے بلکہ طاقتور بموں نے حویلی کی زمین میں بھی گہرے گڑھے ڈال دیئے تھے۔ پھر میجر طارق کی رہنمائی میں فوجی سپاہی ہاتھوں میں مشین گنیں سنبھالے حویلی میں گھس گئے۔ انہوں نے اس بار ہر گڑھا چھان

مارا۔ مگر یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے انہوں نے اپنا وقت اور گولہ بارود ضائع کیا ہو۔ وہاں سرے سے ایسے کوئی آثار موجود نہیں تھے جس سے کسی حویلی کے نیچے انسانوں یا تہہ خانوں کی موجودگی کا علم ہوسکے۔

میجر طارق نے دو گھنٹے کی بھرپور تلاشی کے بعد مایوسی کا اعلان کردیا۔ وہ بڑی عجیب نظروں سے فیصل اور شہزاد کو دیکھ رہا تھا جو گونگے بہرے بنے کھڑے تھے۔ انہیں خود بھی یہ بات سمجھ میں نہیں آرہی تھی کہ اس حویلی کے نیچے تہہ خانے آخر کہاں غائب ہوگئے۔ چلو مجرم تو بھاگ گئے ہوں گے۔ یہ تو ماننے والی بات ہے مگر وہ تہہ خانے آخر کہاں گئے۔ یہ بات انہیں بھی سمجھ نہ آرہی تھی۔ بہرحال اس وقت تو وہ کچھ نہیں کہہ سکتے تھے۔ اس لئے خاموش رہے۔

پھر میجر طارق کی جیپ میں ہی وہ واپس اسلام آباد آگئے۔

"شہزاد! آخر وہ تہہ خانے کہاں چلے گئے؟" میجر طارق کے جانے کے بعد فیصل نے شہزاد سے مخاطب

ہو کر کہا۔

"یعنی وہ بھوت حویلی ہے۔ بھوتوں نے وہ کمرے ہمارے لئے عارضی طور پر بنائے ہوں گے اور پھر ہمارے جانے کے بعد غائب کر دیئے گئے ہوں گے" شہزاد نے بڑے مطمئن انداز میں سر ہلا کر کہا۔

"نہیں، مجھے تو یہ کوئی پُراسرار اور بڑا چکر نظر آتا ہے" فیصل نے الجھن آمیز لہجے میں کہا۔

"ہوگا یار! فی الحال تو مجھے شدید بھوک لگ رہی ہے۔ اب پتہ نہیں میجر طارق ہمیں کھانا بھی کھلاتے ہیں یا نہیں" شہزاد نے کہا۔ مگر اس سے پہلے کہ فیصل کوئی جواب دیتا۔ بیرے نے اندر آکر کھانا تیار ہونے کی اطلاع دی۔ اور شہزاد یوں اُٹھ کر کمرے سے باہر کی طرف لپکا جیسے اُسے خطرہ ہو کہ کہیں بھوت حویلی کے تہہ خانوں کی طرح کھانا بھی میز پر سے غائب نہ ہو جائے۔

یہ ایک کافی بڑا ہال نما کمرہ تھا جس کے درمیان میں چھوٹی ریلوے پٹڑی بچھی ہوئی تھی اور یہ پٹڑی ہال کی دیوار سے گزر کر دوسری طرف غائب ہوگئی تھی۔ ہال کے درمیان میں پٹڑی کے قریب بیس پچیس آدمی موجود تھے۔ ان میں سے ایک آدمی ہاتھ میں ایک چھوٹا سا آلہ اٹھائے کھڑا تھا۔ یہ آلہ ٹرانسیٹر نما تھا۔

ہال کے ایک کونے میں ایک کافی بڑی مشین نصب تھی۔ مشین کے اوپر ایک بہت بڑی قیف لگی ہوئی تھی۔ جیسے آٹا پیسنے والی چکیوں کے اوپر لگی ہوتی ہے۔

ہال میں موجود سب افراد خاموش کھڑے تھے۔

ایک طرف ایک آرام دہ کرسی پر ایک لحیم شحیم آدمی بیٹھا ہوا تھا۔ اس کے چہرے پر سیاہ رنگ کا نقاب تھا۔

چند لمحوں کی خاموشی کے بعد اچانک پٹڑی کے قریب کھڑے آدمی کے ہاتھ میں پکڑے ہوئے ٹرانسمیٹر سے زوں زوں کی آوازیں نکلنے لگیں۔ اور وہ سب چونک کر سیدھے ہوگئے۔ اس آدمی نے پھرتی سے ٹرانسمیٹر کا ایک بٹن دبا دیا اور پھر ایک زنانہ آواز ٹرانسمیٹر سے نکلنے لگی۔

"ہیلو شکنتلا بول رہی ہوں"۔ زنانہ آواز میں خاصا رعب تھا۔

"یس میڈم! نمبر الیون بول رہا ہوں"۔ ٹرانسمیٹر والے نے مؤدبانہ لہجے میں جواب دیا۔

"کیا پوزیشن ہے؟ مال روانہ کیا جائے؟" شکنتلا نے پوچھا۔

"یس میڈم! ہم مال وصول کرنے کے لئے تیار ہیں"۔ نمبر الیون نے جواب دیا۔

"رقم کی کیا پوزیشن ہے"؟ شکنتلا نے پوچھا۔

"رقم موجود ہے میڈم! آپ بے فکر رہیں"۔ نمبر الیون

نے جواب دیا۔

"او۔کے"۔ شکنتلا نے جواب دیا اور اس کے ساتھ ہی ٹرانسمیٹر خاموش ہوگیا۔

ٹرانسمیٹر کے خاموش ہوتے ہی کرسی پر بیٹھے ہوئے نقاب پوش نے قریب کھڑے ایک آدمی سے مخاطب ہوکر کہا۔

"وہ لڑکے کس پوزیشن میں ہیں"؟

"باس! وہ روم نمبر چار میں بیہوش پڑے ہوئے ہیں اور انہیں پلنگوں کے ساتھ آہنی زنجیروں سے جکڑ دیا گیا ہے"۔ اس آدمی نے جواب دیا۔

"او۔کے! پھر مال وصول کرنے کی تیاری کرو۔ مال وصول کے بعد میں انہیں بھی دیکھ لونگا"۔ باس نے سخت لہجے میں کہا۔ اور اس کے ساتھ ہی ایک آدمی جو ہال کی مغربی دیوار کے ساتھ کھڑا تھا حرکت میں آگیا۔ اس نے دیوار پر نصب ایک بڑے سے سوئچ بورڈ پر لگے ہوئے سرخ رنگ کے ایک ہینڈل کو نیچے کی طرف کھینچا اور ہینڈل کے کھینچتے ہی ہال کی وہ دیوار ایک ہلکی سی گڑگڑاہٹ کے ساتھ ایک طرف سرکتی چلی گئی۔ اب ریلوے پٹڑی

دُور اندھیرے میں جاتی نظر آرہی تھی۔ ہال کی دونوں طرف ایک طویل سرنگ تھی۔ جو اندھیرے میں ڈوبی ہوئی تھی۔

اب وہ سب خاموش کھڑے تھے پھر چند لمحوں بعد انہیں دُور سے ہلکی سی گڑگڑاہٹ کی آواز سنائی دی جو تیزی سے نزدیک آتی جارہی تھی اور وہ سب چونک کر کھڑے ہوگئے۔ باس بھی گڑگڑاہٹ کی آواز سنکر کرسی سے اٹھ کھڑا ہوا تھا۔

گڑگڑاہٹ آہستہ آہستہ تیز ہوتی جارہی تھی پھر چند لمحوں بعد یہ آواز کافی تیز ہوگئی اور اس کے ساتھ ہی اندھیرے میں پٹڑی پر دوڑتی ہوئی ایک ٹرالی بھی نظر آگئی۔ ٹرالی پر بڑے بڑے ڈبے رکھے ہوئے تھے اور پھر ٹرالی دوڑتی ہوئی ہال کے اندر داخل ہوگئی۔ اور عین اس جگہ آکر خودبخود رک گئی جہاں ٹرانسمیٹر والا آدمی کھڑا تھا۔

ٹرالی کے رکتے ہی پٹڑی کے قریب کھڑے ہوئے آدمیوں نے بجلی کی سی پھرتی سے ٹرالی پر موجود بڑے بڑے ڈبے اٹھا کر فرش پر رکھنے شروع کر دیئے۔ چند ہی لمحوں بعد ٹرالی خالی ہوچکی تھی۔

پھر باس کے اشارے پر ہال کے ایک کونے میں موجود بڑی سی پیٹی اٹھا کر ٹرالی پر رکھ دی گئی اور ٹرانسمیٹر والے نے آلے کا بٹن دبا دیا۔ بٹن دبتے ہی ٹرالی ایک بار پھر حرکت میں آگئی۔ اس بار وہ واپس جارہی تھی۔ گڑگڑاہٹ کی آواز آہستہ ہوتی جارہی تھی۔

جب ٹرالی اندھیرے میں غائب ہوگئی تو سوئچ بورڈ کے قریب کھڑے آدمی نے ہینڈل اوپر اٹھا دیا اور اس کے ساتھ ہی ہال کی دیوار دوبارہ برابر ہوگئی۔ پھر باس کے اشارے پر آدمیوں نے فوراً ہی ڈبوں میں سے مال نکالنا شروع کردیا۔ یہ بڑی بڑی بوتلیں تھیں جن میں سفید رنگ کا سفوف بھرا ہوا تھا۔ باس نے ایک بوتل کھول کر سفوف کو سونگھا اور پھر اس کی آنکھوں میں اطمینان کے آثار ابھر آئے۔

"بالکل خالص مال ہے"۔ باس نے مطمئن لہجے میں کہا۔

ہال میں موجود افراد نے بوتلوں میں سے سفوف نکال کر ہال کے کونے میں موجود مشین کے

اوپر بنی ہوئی قیف میں ڈالنا شروع کر دیا۔ پھر قیف اس سفوف سے بھر گئی اور بوتلیں خالی ہوگئیں۔ پھر باس کے اشارے پر ایک آدمی نے آگے بڑھ کر مشین کا بٹن دبا دیا۔ بٹن دبتے ہی مشین سے تیز گڑگڑاہٹ کی آواز سنائی دی اور مشین کے آخری سرے پر ایک نلکی میں سے سفید رنگ کی گیس نکلنے لگی۔ اور ہال میں عجیب سی بو پھیل گئی۔ اس نلکی کے قریب بیٹھے ہوئے آدمی نے جلدی سے نلکی کے سرے پر سیاہ رنگ کے بڑے سے غبارے کا سرا چڑھا دیا پھر اس گیس سے وہ غبارہ پھیلنے لگا۔

یہ سیاہ رنگ کا ایک بہت بڑا غبارہ تھا جو تیزی سے پھیلتا چلا جارہا تھا۔ اور ادھر قیف میں سے سفوف بھی تیزی سے ختم ہوتا جا رہا تھا۔ جب یہ غبارہ پوری طرح بھر گیا تو مشین خودبخود بند ہوگئی۔ غبارے کے سرے کو ایک مضبوط رسی سے باندھ دیا گیا۔ اور پھر ایک چھوٹا سا ڈبہ اس ڈور کے ساتھ باندھ دیا گیا۔ اس کے بعد سوئچ بورڈ کے قریب کھڑے ہوتے آدمی نے

ایک ہینڈل کھینچا تو ہال کی چھت ایک طرف سرکتی چلی گئی۔ اور اب اوپر آسمان صاف نظر آرہا تھا۔ پھر باس کے اشارے پر وہ غبارہ چھوڑ دیا گیا۔ غبارہ تیزی سے اوپر اٹھتا چلا گیا۔ پھر ہال کی چھت کے درمیان سے گزرتا ہوا آسمان پر غائب ہوگیا۔ ہال کی چھت ایک بار پھر برابر ہوگئی۔

ٹرانسمیٹر والے نے ہال کی چھت برابر ہوتے ہی تیزی سے ٹرانسمیٹر کا ایک بٹن دبایا اور ٹرانسمیٹر سے زوں زوں کی آوازیں نکلنے لگیں۔ چند لمحوں بعد ایک مردانہ آواز ابھری۔

"انچارج پوائنٹ ٹو بول رہا ہوں"۔

"گیس وصول کرکے رپورٹ دو"۔ ٹرانسمیٹر والے نے سخت لہجے میں کہا اور اس کے ساتھ ہی خاموشی چھاگئی۔ اور پھر تقریباً پانچ منٹ بعد ایک بار پھر ٹرانسمیٹر سے آواز ابھری۔

"گیس وصول ہوگئی ہے۔ او۔ کے"۔

"او۔کے"۔ ٹرانسمیٹر والے نے اطمینان کی سانس لیتے ہوئے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے ٹرانسمیٹر

کا بٹن آف کردیا۔ ہال میں موجود ہر شخص نے اطمینان کا ایک طویل سانس لیا۔ کیونکہ ایک کٹھن کام بخیرو خوبی انجام پذیر ہوچکا تھا۔

"نمبر دس اور نمبر چار میرے ساتھ آؤ۔ اب میں ان لڑکوں سے نپٹنا چاہتا ہوں"۔ باس نے کہا اور پھر وہ ہال کے ایک دروازے کی طرف مڑ گیا۔ دو نوجوان ہاتھوں میں سٹین گنیں اٹھائے باس کے پیچھے چل پڑے۔

ہال میں سے گزر کر وہ ایک طویل راہداری میں آگئے۔ راہداری کے آخر میں ایک لفٹ موجود تھی اور پھر لفٹ انہیں لیکر تیزی سے اوپر چڑھتی چلی گئی۔ لفٹ کا دروازہ کھول کر وہ ایک اور راہداری میں آگئے۔ اس راہداری کے کونے میں وہ کمرہ موجود تھا جس کے اوپر نمبر چار لکھا ہوا تھا۔

باس اپنے دونوں ساتھیوں سمیت تیزی سے اس کمرے کی طرف بڑھا اور پھر اس نے جیب سے ایک چھوٹی سی لوہے کی چمکدار پتی نکالی۔ اور پھر جیسے ہی اس نے پتی کے سرے کو دروازے کے سامنے کیا، دروازہ آہستہ سے کھلتا چلا گیا۔ باس نے پتی جیب میں ڈالی اور پھر وہ دروازے میں داخل ہوگیا۔ سٹین گنوں والے بھی اس کے پیچھے ہی اندر آگئے۔ انہوں نے دیکھا کہ کمرے میں موجود پلنگوں پر دو لڑکے اور ایک آدمی بڑے اطمینان سے بیٹھے ہوئے ہیں۔

"تم کو ہوش آگیا"۔ باس نے بڑے کرخت لہجے میں ان سے مخاطب ہوکر کہا۔

"ہاں آ تو گیا ہے۔ مگر کیا تم بتاؤ گے کہ تم کون ہو اور ہمیں تم نے یہاں کیوں باندھ رکھا ہے"؟ ایک لڑکے نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"اس کا جواب سٹین گنوں کی گولیاں دیں گی"۔ باس نے بڑے کرخت لہجے میں کہا اور پھر وہ ایک طرف ہٹ گیا اور اس نے سر کے اشارے سے اپنے ساتھیوں کو گولی چلانے کا اشارہ کیا۔ مگر اس سے پہلے کہ وہ اپنی سٹین گنیں سیدھی کرتے۔ لڑکوں کے ساتھی نے ان دونوں پر چھلانگ لگادی۔ پھر وہ دونوں لڑکے بھی ان پر آپڑے اور کمرے میں خوفناک جنگ چھڑ گئی۔

باس اور اس کے ساتھی اس غفلت کی بنا پر پہلے پہل مار کھا گئے کہ یہ تینوں زنجیروں سے بندھے ہوئے ہیں۔ مگر جلد ہی وہ سنبھل گئے اور پھر اس سے پہلے کہ وہ ان تینوں پر قابو پاتے وہ یکدم بھاگ پڑے اور کھلے دروازے سے باہر نکل گئے۔ اس سے پہلے کہ باس اور اس کے ساتھی سنبھلتے، دروازہ باہر سے بند ہوگیا اور زنجیر چڑھنے کی آواز سنائی دی۔ اور پھر راہداری بھاگتے ہوئے قدموں سے گونج اٹھی۔

باس نے فوراً ہی سنبھل کر جیب سے ڈبی پتی نکالی اور دروازے کے ساتھ لگا دی۔ پتی کے دروازے کے ساتھ لگتے ہی دروازے کے دوسری طرف زنجیر خودبخود کھلی اور پھر دروازہ کھلتا چلا گیا اور پھر باس اپنے ساتھیوں سمیت ان کے پیچھے راہداری میں بھاگ پڑا۔ مگر آگے چل کر انہیں رک جانا پڑا۔ کیونکہ راہداری کے آخر میں دروازہ بند پڑا تھا۔ باس سمجھ گیا کہ وہ تینوں دروازہ توڑ کر جنگل میں غائب ہوگئے ہیں۔ اب ان کی تلاش ناممکن ہے۔ باس چند لمحے کھڑا کچھ سوچتا

رہا پھر وہ دروازے کے قریب دیوار پر ہاتھ پھیرنے لگا۔ اس کے ہاتھ پھیرتے ہی دیوار درمیان سے کھل گئی۔ اب وہاں لفٹ کا دروازہ نظر آ رہا تھا۔ باس لفٹ میں داخل ہوگیا اور پھر لفٹ نیچے اترتی چلی گئی۔ تھوڑی دیر بعد باس واپس اسی ہال میں پہنچ گیا۔

"لڑکے نکل گئے۔ نمبر تین تم فوراً جنگل والے دروازے کی مرمت کر کے اس کے آگے میکنزم دیوار بنا دو اگر یہ دیوار پہلے موجود ہوتی تو اب یہ لڑکے نکل نہ سکتے۔" باس نے انتہائی غصیلے لہجے میں کہا۔

"بہتر باس! آپ کے حکم کی تعمیل ہوگی۔" نمبر تین نے مؤدبانہ انداز میں کہا۔

"یہ لڑکے صبح یقیناً میجر طارق کو ہمراہ لیکر آئیں گے۔ اس لئے حفاظتی انتظامات مکمل کرلو۔" باس نے سب سے مخاطب ہوکر کہا۔

"ٹھیک ہے باس۔ مگر ہوسکتا ہے کہ میجر طارق حویلی کے فرش کو اکھاڑ ڈالے۔" ایک آدمی نے کہا۔

"اُسے سب کچھ کرنے دو۔ تم جانتے ہو کہ

بھوت حویلی صرف ایک آڑ ہے۔ وہ وہاں سے کچھ حاصل نہ کر سکے گا۔ بس ایک بات یاد رکھنا کہ چاہے کچھ بھی کیوں نہ ہو، تمہاری طرف سے کوئی ردعمل نہیں ہونا چاہیئے۔ مجھے یقین ہے کہ میجر طارق مایوس ہوکر واپس چلا جائے گا اور پھر ہم ان لڑکوں پر آسانی سے قابو پالیں گے۔ باس نے احکام دیتے ہوئے کہا۔

"ٹھیک ہے باس! آپ کے حکم کی تعمیل ہوگی" ٹرانسمیٹر والے نے جواب دیا۔

اور پھر باس تیز تیز قدم اٹھاتا ہال کے ایک دروازے کی طرف بڑھ گیا۔

"اب تمہارا کیا پروگرام ہے شہزاد؟" میجر طارق نے قدرے ناخوشگوار لہجے میں شہزاد سے مخاطب ہوکر کہا۔ شاید بھوت حویلی کی ناکامی کی وجہ سے اس پر اب تک جھلاہٹ طاری تھی۔

"بس اب ہم واپس جائیں گے۔ بہت آرام کرلیا" شہزاد نے فوراً جواب دیا۔

"ٹھیک ہے تم تیاری کرو۔ جیپ تمہیں اسٹیشن تک چھوڑ آئے گی" میجر طارق نے کہا اور پھر وہ اٹھ کر کمرے سے باہر چلا گیا۔

"اب میجر طارق ہمیں یہاں سے نکالنا چاہتا ہے" فیصل نے بُرا سا منہ بناتے ہوئے کہا۔

"کوئی بات نہیں۔ میں نے ایک منصوبہ بنالیا ہے

ہم اسٹیشن سے اپنے پروگرام پر عمل شروع کریں گے"۔ شہزاد نے مسکراتے ہوئے کہا اور فیصل نے سر ہلا دیا۔

تھوڑی دیر بعد وہ تینوں میجر طارق کی جیپ میں سوار اسٹیشن کی طرف جارہے تھے۔ یہ اسٹیشن آرام آباد قصبے سے شمال کی جانب دس میل دور تھا اور یہاں صرف ایک گاڑی رکتی تھی جو اس اسٹیشن سے آگے سرحد کے بالکل قریب ایک اسٹیشن تک پہنچ کر واپس آجاتی تھی۔

فیصل، شہزاد اور ڈریکولا کو اسٹیشن پر چھوڑ کر ڈرائیور جیپ لے کر واپس چلا گیا۔ شہزاد نے سرحدی اسٹیشن گوتم پورہ کے تین ٹکٹ لیے اور پھر اس گاڑی پر سوار ہوگئے جو سرحدی اسٹیشن پر جاتی تھی تھوڑی دیر بعد گاڑی چل پڑی اور پھر جنگل میں سے ہوتی ہوئی تیزی سے گوتم پورہ کی طرف دوڑنے لگی۔

ابھی گوتم پورہ کا اسٹیشن تھوڑی دور تھا کہ گاڑی یکدم رک گئی۔ اس وقت گاڑی جنگل کے اندر کھڑی تھی۔ شہزاد نے کھڑکی سے سر باہر نکال کر

دیکھا تو گاڑی کے رکنے کی وجہ سمجھ میں آگئی۔ سگنل نیچا نہ ہونے کی وجہ سے گاڑی رک گئی تھی۔ شہزاد نے فوراً ہی فیصل اور ڈریکولا سے مخاطب ہوکر کہا۔

"آؤ ہم یہیں اتر چلیں"۔ اور پھر وہ تینوں بڑی خاموشی سے گاڑی سے اترے اور درختوں کی آڑ میں ہوگئے۔ چند لمحوں بعد سگنل نیچا ہوگیا اور گاڑی آگے بڑھ گئی۔

"آؤ چلیں"۔ شہزاد نے گاڑی جانے کے بعد کہا۔

"مگر کہاں"؟ فیصل نے پوچھا۔

"بس تم چلے آؤ"۔ شہزاد نے کہا اور فیصل بُرا سا منہ بنا کر خاموش ہوگیا۔

جنگل میں گھومتے ہوئے انہیں دو گھنٹے گزر گئے مگر شہزاد کہیں رک ہی نہیں رہا تھا۔

"آخر تم کہاں جارہے ہو کچھ مجھے بھی بتاؤ"۔ فیصل نے آخرکار تنگ آکر پوچھا۔

"میں بھوت حویلی پہنچنے کی کوشش کررہا ہوں"۔ شہزاد نے جواب دیا۔

"تمہارا شاید دماغ خراب ہوگیا ہے۔ بھوت حویلی

تو آرام آباد سے جنوب کی طرف تھی مگر اب ہم
آرام آباد سے مشرق کی طرف سفر کر رہے ہیں تو
کیا خیال ہے حریلی نے اپنا رُخ بدل لیا ہوگا؟
نیبل نے بُرا سا منہ بناتے ہوئے کہا۔
"اوہ! شاید تم ٹھیک کہہ رہے ہو۔ کافی دیر
ہوگئی ہے میں نے کھانا نہیں کھایا۔ اس لئے وقتی
میرا دماغ خراب ہوگیا ہے۔ ڈریکولا" شہزاد نے
چیخ کر کہا۔
"جی حضور"۔ ڈریکولا نے جواب دیا۔
"کھانا" شہزاد نے کہا۔
"جی آقا"۔ ڈریکولا نے کہا اور پھر کمر سے بندھے
ہوئے تھیلے میں سے کھانے کا ڈھیر نکال کر شہزاد
کے آگے رکھ دیا۔ اور شہزاد یوں کھانے پر ٹوٹ پڑا
جیسے صدیوں سے بھوکا ہو۔
ابھی کھانا پوری طرح ختم نہیں ہوا تھا کہ
اچانک جنگل میں سے قدموں کی آہٹ گونجی اور
پھر اس سے پہلے کہ وہ سنبھلتے۔ ان کے چاروں
طرف دس بارہ آدمی ظاہر ہوئے۔ ان سب کے
ہاتھوں میں سٹین گنیں تھیں۔ ایک بڑی بڑی مونچھوں

والا ہی ان سب کا انچارج معلوم ہو رہا تھا۔
"کون ہو تم"! اس مونچھوں والے نے چیخ کر کہا۔
"ہم سیاح ہیں بھائی اور جنگل کی سیر کرنے پھر
رہے ہیں"۔ شہزاد نے جواب دیا۔
"جنگل کی سیر، جنگل بھی کوئی سیر کرنے کی جگہ
ہے۔ کہاں سے آئے ہو تم"؟ مونچھوں والے نے
کرخت آواز میں پوچھا۔
"آرام آباد سے"۔ شہزاد نے جواب دیا۔
"اوہ تو تم ادھر سے آئے ہو۔ چلو اٹھو"۔ مونچھوں
والے نے پہلے سے زیادہ کرخت لہجے میں کہا اور
پھر اس کے اشارے پر اس کے ساتھیوں نے
ان پر گنیں تان لیں۔ مجبوراً وہ تینوں اٹھ کھڑے
ہوئے۔
"انہیں اڈے پر پہنچا دو اور خیال رکھنا اگر یہ کوئی
حرکت کریں تو بغیر سوچے گولی چلا دینا"۔ مونچھوں
والے نے اپنے ساتھیوں کو حکم دیا اور اس کے
ساتھیوں نے سر ہلا دیئے۔
تھوڑی دیر بعد وہ تینوں چار آدمیوں کے گھیرے
میں چلتے ہوئے جنگل میں ایک طرف بڑھتے چلے

گئے۔ تقریباً دو گھنٹے چلنے کے بعد انہیں دور سے ایک گاؤں نظر آنے لگا۔

گاؤں کے قریب پہنچ کر ان سب نے اپنی گنیں کاندھوں سے لٹکالیں اور پھر ان تینوں کو لے کر گاؤں میں گھس گئے۔ گاؤں کے درمیان میں ایک کافی بڑا مکان موجود تھا۔ ان میں سے ایک نے آگے بڑھ کر مکان کا دروازہ کھٹکھٹایا۔ دوسرے لمحے دروازہ کھلا اور ایک نوجوان نے باہر جھانکا۔

"کیا ہے کون ہیں یہ"؟ نوجوان نے حیرت بھرے لہجے میں فیصل، شہزاد اور ڈریکولا کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"یہ جنگل میں گھوم رہے تھے۔ رام داس نے انہیں مادام کے پاس بھیجا ہے"۔ لانے والوں میں سے ایک نے کہا۔

"اچھا ٹھیک ہے آؤ"۔ نوجوان نے کہا اور پھر وہ دروازہ کھول کر ایک طرف ہٹ گیا۔ یہ کافی بڑا مکان تھا۔ پھر وہ تینوں ایک کمرے کے سامنے رک گئے۔ کمرہ کا دروازہ بند تھا۔ ان میں سے ایک نے دروازے پر دستک دی۔ فوراً ہی اندر

سے ایک زنانہ آواز ابھری۔

"کون ہے"؟ آواز میں بے پناہ سختی تھی۔

"مادام! رام داس نے جنگل میں گھومتے ہوئے دو لڑکے اور ایک آدمی کو پکڑا ہے۔ وہ اس وقت دروازے پر موجود ہیں"۔ دستک دینے والے نے بڑے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

دوسرے لمحے دروازہ خودبخود کھلتا چلا گیا اور پھر انہیں لانے والے انہیں دھکیلتے ہوئے کمرے میں داخل ہوگئے۔

کمرے کے درمیان میں ایک آرام دہ کرسی پر ایک ادھیڑ عمر کی عورت بیٹھی ہوئی تھی۔ اس کی کرسی کے پیچھے دو آدمی ہاتھوں میں سٹین گنیں پکڑے بڑے چوکنے انداز میں کھڑے تھے۔

"کون ہو تم"؟ عورت نے بڑے سخت لہجے میں ان تینوں سے مخاطب ہوکر کہا۔

"میرا نام شہزاد ہے۔ یہ میرا ساتھی فیصل ہے اور یہ ہمارا نوکر ڈریکولا ہے"۔ شہزاد نے تعارف کراتے ہوئے کہا۔

"تم جنگل میں کیا کرتے پھر رہے تھے؟ تم شکاری

تو نہیں گئے"۔ مادام نے انہیں غور سے دیکھتے ہوئے کہا۔

"جی ہم بھوت حویلی ڈھونڈتے پھر رہے تھے"! اچانک فیصل بول پڑا۔

"بھوت حویلی"۔ مادام یکدم چونک پڑی۔ "مگر تم بھوت حویلی کیوں ڈھونڈ رہے تھے"۔ مادام نے انتہائی کرخت لہجے میں کہا۔

"بس ہم نے اس کی تعریف سنی تھی اس لئے"۔ شہزاد نے جواب دیا۔

"ہوں! تم بہت چالاک لگتے ہو لڑکے"۔ مادام نے کہا۔ پھر وہ چند لمحے خاموش رہی۔ پھر اس نے جیب میں ہاتھ ڈال کر ایک چھوٹا سا ڈبہ نکالا اور اس کا ایک بٹن دبایا۔ بٹن دبتے ہی ڈبے میں سے ٹوں ٹوں کی آوازیں نکلنے لگیں۔ چند لمحوں بعد اس میں سے ایک آواز نکلی۔

"جبرو بول رہا ہوں"۔

"شگفتہ بول رہی ہوں"۔ عورت نے سخت لہجے میں کہا۔

"دیکھو! میرے آدمیوں نے جنگل میں سے دو لڑکے

اور ایک آدمی پکڑا ہے جو بھوت حویلی ڈھونڈتے پھر رہے تھے"۔ مادام نے کہا۔

"اوہ مادام! وہ لڑکے کہاں ہیں"؟ جبرو نے چونکتے ہوئے کہا۔

"وہ اس وقت میرے سامنے موجود ہیں"۔ مادام نے جواب دیا۔

"مادام! یہ لڑکے بے حد خطرناک ہیں۔ یہ ہمارے پیچھے لگ گئے تھے۔ ہم نے انہیں گرفتار کر لیا۔ مگر یہ ہمارے چنگل سے نکل بھاگنے میں کامیاب ہو گئے۔ ان کی وجہ سے ہی میجر طارق نے بھوت حویلی پر بمباری کی تھی۔ یہ لڑکے انتہائی عیار ہیں باس انہیں بڑی شدت سے ڈھونڈ رہا ہے"۔ جبرو نے تیز تیز لہجے میں کہا۔

"اوہ! اچھا تو یہ وہی لڑکے ہیں۔ ٹھیک ہے آج رات مال کے ساتھ میں ان تینوں کو بھی روانہ کر دوں گی تاکہ تمہارا باس خود ہی انہیں سزا دے۔ یہ اسی کے مجرم ہیں"۔ مادام نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"ٹھیک ہے مادام! ہم ان کا انتظار کریں گے

"مگر مادام! یہ لڑکے بہت چالاک ہیں۔ آپ خیال رکھیں"۔ جبرو نے کہا۔

"تم فکر نہ کرو اور باس کو اطلاع کردو!" مادام نے کہا اور اس کے ساتھ ہی ٹرانسمیٹر کا بٹن آف کر دیا۔

"انہیں کمرے میں بند کردو اور ہوشیاری سے پہرہ دو۔ رات کو انہیں مال کے ساتھ بھیجنا ہے"۔ مادام نے اپنے ساتھیوں سے مخاطب ہوکر کہا اور مادام کے ساتھیوں نے سر ہلادیا اور پھر وہ ان تینوں کو دھکیلتے ہوئے کمرے سے باہر نکل آئے۔

فیصل شہزاد اور ڈریکولا کے ہاتھ اور پیر مضبوط رسیوں سے بندھے ہوئے تھے وہ اس وقت ایک بڑے سے ہال کمرے میں موجود تھے جس میں ریلوے کی پٹڑی بچھی ہوئی تھی اور پٹڑی پر ایک بڑی سی ٹرالی بھی موجود تھی۔ ایک طرف مادام کھڑی تھی۔ اس کے آدمی بڑی تیزی سے بڑے بڑے ڈبے ٹرالی پر لاد رہے تھے۔

"اب ان تینوں کو بھی ڈبوں پر لٹادو"۔ مادام نے کہا اور اس کے ساتھیوں نے ان تینوں کو اٹھاکر ٹرالی پر موجود ڈبوں پر یوں لٹا دیا جیسے وہ بھی بےجان ڈبے ہوں۔

مادام نے آگے بڑھ کر ان تینوں کے ہاتھوں،

اور پیروں پر بندھی ہوئی رسیوں کا خود جائزہ لیا اور پھر اطمینان سے سر ہلاتی ہوئی ایک طرف ہٹ گئی۔

مادام کے اشارے پر ایک آدمی نے دیوار کے ساتھ لگے ہوئے سوئچ بورڈ پر موجود ایک ہینڈل کو کھینچا تو ہال کی دیوار ایک طرف ہٹتی چلی گئی۔ اب آگے اندھیرے میں ڈوبی ہوئی سرنگ نظر آرہی تھی۔ پھر مادام کے اشارے پر ایک آدمی نے اپنے ہاتھ میں پکڑے ہوتے ٹرانسمیٹر نما آلے کا بٹن دبایا تو ٹرالی خودبخود چل پڑی اور ہال میں سے گزرتی ہوئی پٹڑی پر دوڑتی سرنگ میں آگئی۔ اس کے ساتھ ہی ہال کی دیوار برابر ہوگئی۔ اب وہ گھپ اندھیرے میں تھے اور ٹرالی خاصی تیز رفتاری سے پٹڑی پر دوڑتی چلی جا رہی تھی۔

"ڈریکولا"۔ شہزاد نے سرنگ میں آتے ہی کہا۔

"جی آقا"۔ ڈریکولا نے جواب دیا۔

"ہمیں آزاد ہونا چاہیئے"۔ شہزاد نے کہا۔

"جی حضور"۔ ڈریکولا نے کہا اور پھر اندھیرے میں

رسیاں ٹوٹنے کی آواز گونجی اور پھر چند لمحوں بعد ڈریکولا شہزاد اور فیصل کے ہاتھوں میں بندھی ہوئی رسیاں کھول رہا تھا۔ رسیاں کھلتے ہی وہ تینوں اٹھ کر بیٹھ گئے۔ ٹرالی خاصی تیز رفتاری سے دوڑتی چلی جارہی تھی۔

شہزاد نے ہاتھ کھلتے ہی تیزی سے جیب میں ہاتھ ڈالا اور پھر دوسرے لمحے اس کے ہاتھ میں وہ چھوٹا سا ٹرانسمیٹر تھا جو میجر طارق نے شروع میں انہیں دیا تھا اور جو وہ ان سے واپس لینا بھول گیا تھا۔

شہزاد نے ٹرانسمیٹر کے کونے میں موجود بٹن دبایا تو ٹرانسمیٹر سے زوں زوں کی آوازیں نکلنے لگیں۔ چند لمحوں بعد ایک آواز ابھری۔

"ہیلو میجر طارق بول رہا ہوں"۔ دوسری طرف سے میجر طارق کی آواز سنائی دی۔

"شہزاد بول رہا ہوں میجر صاحب"۔ شہزاد نے ٹرانسمیٹر کے ساتھ منہ لگاتے ہوئے کہا۔

"کہاں سے بول رہے ہو؟ کیا کسی کارخانے میں موجود ہو"۔ میجر طارق نے پوچھا۔ ٹرالی کی

گڑگڑاہٹ کی آواز اُسے بھی سنائی دے رہی تھی، اور پھر شہزاد نے پوری تفصیل کے ساتھ سب کچھ بتلا دیا۔

"اچھا! تو یہ چکر ہے۔ مگر مجرموں کا پتہ ہم کیسے چلائیں"؟ میجر طارق نے پوچھا۔

"آپ ایسا کریں کہ فوراً خفیہ طور پر بھوت حویلی کو گھیر لیں۔ ہم وہاں پہنچ کر کوشش کریں گے کہ آپ کی رہنمائی کرسکیں"۔ شہزاد نے کہا۔

"ٹھیک ہے مگر ہوشیار رہنا"۔ میجر طارق نے کہا۔

"آپ بےفکر رہیں"۔ شہزاد نے کہا اور پھر اس نے ٹرانسمیٹر بند کرکے جیب میں ڈال لیا۔

ٹرالی ابھی تک سرنگ میں سفر کر رہی تھی اور پھر انہیں دُور سے اندھیرے میں ایک دیوار کھسکتی نظر آئی۔ شہزاد سمجھ گیا کہ وہ بھوت حویلی والے مجرموں کے اڈے میں پہنچنے والے ہیں۔

"ٹرالی سے کود جاؤ"۔ شہزاد نے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے چلتی ٹرالی سے چھلانگ لگادی۔ فیصل اور ڈریکولا بھی نیچے اتر آئے۔ ٹرالی مسلسل دوڑتی چلی جارہی تھی۔ وہ تینوں بھی سرنگ

کی دیواروں کے ساتھ چلتے ہوئے ٹرالی کے ساتھ ساتھ چلنے لگے۔ پھر ٹرالی ایک ہال میں داخل ہوگئی جس سے روشنی ہو رہی تھی۔ اس کے ساتھ ہی ہال کی دیوار برابر ہوگئی۔

شہزاد، فیصل اور ڈریکولا دیوار کے ساتھ لگ کر کھڑے ہوگئے۔ دیوار کے درمیان میں ایک معمولی سی جھری تھی۔ شہزاد نے اس جھری سے آنکھ لگا دی۔ اب اُسے ہال بخوبی نظر آ رہا تھا۔

"لڑکے تو ٹرالی میں نہیں ہیں۔ مادام سے بات کرو"۔ ہال میں موجود نقاب پوش باس نے کہا۔

اسی لمحے شہزاد کی جیب میں ٹوں ٹوں کی آوازیں نکلنے لگیں۔ شہزاد نے تیزی سے ٹرانسمیٹر نکالا اور اس کا بٹن آن کردیا۔

"ہیلو میجر طارق بول رہا ہوں"۔ دوسری طرف سے میجر طارق کی آواز سنائی دی۔

"شہزاد بول رہا ہوں۔ مجرم اس وقت ایک ہال میں موجود ہیں"۔ شہزاد نے کہا

"ہم نے بھوت حویلی اور اس کے ارد گرد کے علاقے کا محاصرہ کرلیا ہے۔ کوئی راستہ بتاؤ"۔ میجر طارق

کی آواز سنائی دی۔

"انتظار کریں"۔ شہزاد نے کہا اور پھر ٹرانسمیٹر بند کر کے جیب میں ڈال لیا۔ مگر عین اسی لمحے ہال کی دیوار تیزی سے کھلتی چلی گئی اور ان تینوں کو سنبھلنے کا موقع بھی نہ ملا۔ اب وہ ان کے سامنے موجود تھے۔

"خبردار! اگر حرکت کی تو گولیوں سے چھلنی کر دیئے جاؤ گے"۔ باس نے چیخ کر کہا اور ان تینوں نے ہاتھ کھڑے کر لئے۔ پھر انہیں گھیر لیا گیا۔ اور اب وہ ہال میں موجود تھے۔ ٹرالی واپس جا چکی تھی۔

"ہوں، اس وقت تو تم بچ کر نکل گئے تھے مگر اب تم نہیں بچ سکتے"۔ باس نے انتہائی سخت لہجے میں ان سے مخاطب ہو کر کہا۔

"تم ہمیں جان سے جو مارنے لگے تھے حالانکہ ہم نے تمہارا کچھ نہیں بگاڑا تھا"۔ شہزاد نے بڑی معصوم سی صورت بنا کر کہا۔

"تم نے ہمارا اڈہ دیکھ لیا، بھوت حویلی پر بمباری کرائی۔ ابھی تم نے کچھ نہیں بگاڑا"۔ باس نے زہریلے لہجے میں کہا۔

"بھوت حویلی سے تمہارا کیا تعلق ہے۔ ہم نے تو وہاں کچھ بھی نہیں دیکھا"۔ فیصل نے کہا۔

"یہی تو ہمارا کارنامہ ہے کہ بھوت حویلی میں موجود رہنے کے باوجود بھوت حویلی سے ہمارا پتہ نہیں چلایا جا سکتا"۔ باس نے جواب دیا۔

"میں بتاؤں تمہارا بھوت حویلی سے کیا تعلق ہے۔ تم نے صرف اسے آڑ بنایا ہوا ہے تاکہ اگر کبھی کسی کو شک ہو تو بھوت حویلی پر ہی ہو تم پر نہ ہو"۔ شہزاد نے جواب دیا۔

"ایسی بات نہیں، بھوت حویلی سے ہمارا گہرا تعلق ہے"۔ باس نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"نہیں میں نہیں مانتا"۔ شہزاد نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔

"یہ بات ہے تو آؤ میں تمہیں دکھاؤں پھر تم میری ذہانت کی داد دینے پر مجبور ہو جاؤ گے"۔ باس نے کہا اور پھر اس کے اشارے پر چار شین گن برداروں نے فیصل، شہزاد اور ڈیگولاس کو گھیرے میں لے لیا۔

باس کے پیچھے چلتے ہوئے وہ دروازے سے

باہر نکلے اور راہداری سے گزر کر وہ اس لفٹ میں پہنچ گئے۔ لفٹ کے ذریعے وہ ایک بار پھر اس راہداری میں پہنچ گئے جہاں سے وہ بھاگ نکلے تھے۔

راہداری کے آخر میں دیوار کے قریب پہنچ کر باس نے ایک دیوار پر ہاتھ مارا تو دیوار درمیان سے کھلتی چلی گئی۔ اب دوسری طرف ایک سرنگ سی بنی ہوئی تھی۔ وہ اس سرنگ میں گزرتے چلے گئے۔ پھر ایک جگہ سرنگ جاکر ختم ہوگئی۔ باس نے سرنگ کے اختتام پر زمین پر زور سے پیر مارا تو زمین کا ایک حصہ کسی تختے کی طرح اٹھتا چلاگیا۔ پھر جب وہ اس خلا سے باہر نکلے تو یہ دیکھ کر حیران رہ گئے کہ وہ اس وقت بھوت حویلی میں موجود تھے۔

"مگر بمباری سے یہ راستہ کیسے محفوظ رہ گیا!" شہزاد نے اونچی آواز میں کہا۔ اس کے ساتھ ہی اس نے جیب میں ہاتھ ڈال کر ٹرانسیٹر کا بٹن آن کر دیا۔

"یہ راستہ بم پروف ہے اس لئے طاقتور سے

طاقتور بم اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔" باس نے فخریہ لہجے میں کہا۔

"اوہ! اس کا مطلب ہے کہ تم نے تہہ خانے حویلی کے نیچے نہیں بنائے بلکہ اس حویلی سے راستہ جاتا ہے"۔ شہزاد نے کہا۔

"ہاں! ہمارے اڈے کے دو دروازے اور بھی ہیں وہ جنگل میں ہیں۔ ایک تو اس جگہ ہے جہاں ایک درخت ہے جس کی سوکھی ہوئی شاخیں اس طرح لٹکتی ہیں جیسے لاشیں لٹک رہی ہوں اور دوسرا دروازہ وہ ہے جس سے تم پچھلی بار بھاگے تھے مگر ہم نے وہ دروازہ ہمیشہ کے لئے بند کردیا ہے"۔ باس نے تفصیل سے بتاتے ہوئے جواب دیا۔

"بہت خوب! بڑا لمبا چکر چلا رکھا ہے"۔ شہزاد نے کہا۔

"اچھا اب تم چھٹی کرو"۔ اچانک باس نے سخت لہجے میں کہا اور اس کے ساتھ ہی اس کے ساتھیوں نے اچانک ان پر فائرنگ کھول دی۔ مگر وہ تینوں پہلے ہی سے ہوشیار تھے اس لئے

وہ انتہائی تیزی سے اس گڑھے میں کود گئے جو بمباری کی وجہ سے بن گیا تھا اور اس طرح وہ سٹین گنوں سے برسنے والی گولیوں سے بال بال بچ گئے اور پھر اس سے پہلے کہ مجرم ان پر دوسری بار فائرنگ کرتے، اچانک چاروں طرف سے ان پر گولیاں چلنے لگیں اور باس کے چاروں ساتھی وہیں ڈھیر ہوگئے۔

باس نے اچھل کر اس راستے میں گھسنا چاہا جہاں سے وہ آئے تھے مگر دوسرے لمحے ایک آدمی نے قریبی درخت سے چھلانگ لگائی اور دوڑتے ہوئے باس کو چھاپ لیا۔ پھر پوری حویلی میں فوجی ہی فوجی بھر گئے۔

باس کو قابو کرلیا گیا اور اس کے بعد میجر طارق کی رہنمائی میں پورے اڈے میں فوجی گھس گئے۔ کافی دیر تک زمین کے نیچے سے فائرنگ کی آوازیں آتی رہیں۔ پھر خاموشی چھاگئی۔

فیصل، شہزاد اور ڈیجو ابھی تک گڑھے میں دبکے ہوئے تھے۔

میجر طارق نے پورے اڈے پر قبضہ کرکے ہر چیز پر قبضہ کرلیا تھا۔ بیشمار سمگلر مارے گئے تھے۔ باس نے پوچھ گچھ پر سب کچھ بتادیا تھا اور ان کے اس اڈے پر بھی قبضہ کرلیا گیا جہاں سے غبارے میں سے گیس کو دوبارہ سفوف میں بدل کر پورے ملک میں پھیلا دیا جاتا تھا۔

اور پھر میجر طارق کی رہنمائی میں ہمسایہ ملک کی پولیس نے مادام شگفتلا اور اس کے ساتھیوں کو بھی گرفتار کرکے اس کے اڈے پر بھی قبضہ کرلیا گیا۔

پورے ملک کے اخبارات میں فیصل، شہزاد کے اس نئے کارنامے کی دھوم مچ گئی۔

میجر طارق نے شہزاد اور فیصل سے باقاعدہ معافی مانگی کہ اس نے ان سے جاتے وقت اچھا سلوک نہ کیا تھا۔

"کوئی بات نہیں میجر صاحب! ایسا تو ہوتا ہی رہتا ہے"۔ شہزاد نے ہنستے ہوئے کہا۔ اور پھر میجر طارق کے فوجیوں نے انہیں باقاعدہ سلامی دے کر رخصت کیا اور وہ تینوں واپس اپنے شہر جانے والی گاڑی پر چڑھ گئے۔ جہاں ان کے استقبال کے لئے صدر مملکت نے ایک بہت بڑے جلسے کا اعلان کر رکھا تھا۔

سمگروں کے اتنے بڑے گروہ کے خاتمے پر صدر مملکت نے ان کے لئے خصوصی انعامات کا اعلان کیا تھا۔ مگر فیصل شہزاد کو صرف یہی خوشی تھی کہ انہوں نے ملک کی خدمت کی ہے اور یہی ان کا سب سے بڑا انعام تھا۔

ختم شد